مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب

نکات برائے درس و تدریس

حصّہ دوم

انجمن خدّامُ القرآن سندھ، کراچی

قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس فیز VI، کراچی

فون: 23-35340022 فیکس: 35350393

مطالعۂ قرآنِ حکیم کا

منتخب نصاب

حصّہ دوم

نکات برائے درس و تدریس

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی (قرآن اکیڈمی) – رجسٹرڈ
قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس، فیزVI، کراچی
فون نمبر:4-35340022 فیکس:35350393
ای میل:info@quranacademy.com
ویب سائیٹ:www.quranacademy.com

انتساب

اُن باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو الفاظِ قرآنی

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (یونس 10: 58)

پر یقین کی عملی مثال قائم کرتے ہوئے

اور حدیثِ نبوی ﷺ

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری)

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے

دنیا کی عارضی لذتوں کے مقابلے میں

آخرت کی ابدی کامیابی کے حصول کے لیے

اپنی بہترین صلاحیتیں

قرآنِ کریم کے سیکھنے اور سکھانے کے لیے

وقف کردیں۔

فہرست

1. حقیقتِ ایمان 5

2. درسِ اوّل: سورۃ الفاتحہ [1] 16

3. درسِ دوم: سورۃ آلِ عمران [3] آیات 190-195 34

4. درسِ سوم: سورۃ النور [24] رکوع 5 46

5. درسِ چہارم: سورۃ التغابن [64] 60

6. درسِ پنجم : سورۃ القیامہ [75] 102

حوالہ جات:

- "مطالعۂ قرآنِ حکیم کا منتخب نصاب" کتابی صورت میں جس میں منتخب نصاب میں شامل تمام مقامات کا متن، ترجمہ اور مختصر تفسیر موجود ہے۔
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے مختصر لیکن جامع دروس پر مشتمل الہدیٰ سیریز کے 44 آڈیو کیسٹس
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے دروس پر مشتمل الہدیٰ کمپیوٹر CD
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 98 آڈیو کیسٹس / 49 ویڈیو کیسٹس
- منتخب نصاب کے تمام مقامات کے تفصیلی دروس پر مشتمل 3 کمپیوٹر CDs

حقیقتِ ایمان

1) مفہوم:

- **لغوی:**

اَمِنَ - یَاْمَنُ - اَمْنًا — امن میں ہونا، اٰمِن — امن میں ہونے والا(۱)

اٰمَنَ - یُؤْمِنُ - اِیْمَانًا — امن دینا، مُؤمِن — امن دینے والا

اٰمَنَ لَہٗ — کسی کی بات مان لینا (سرسری طور پر)

اٰمَنَ بِہٖ — کسی کی تصدیق کرنا (پورے اعتماد و یقین سے)(۲)

- **اصطلاحی:**

تَصْدِیْقُ بِمَا جَآءَ بِهِ النَّبِیُّ ﷺ (نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی ہر بات کی تصدیق کرنا)

2) ایمان کس پر؟

- **ایمانِ مُجمَل:**

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ کَمَا هُوَ بِاَسْمَآئِهٖ وَ صِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِهٖ

اِقْرَارٌۢ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌۢ بِالْقَلْبِ

"میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ ہے اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ اور میں نے قبول کیے اس کے تمام احکامات۔ زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق"۔

- **ایمانِ مُفَصَّل :**

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِکَتِهٖ وَ کُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِهٖ

وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

"میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں

---

(۱) اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ (الاعراف 7:99)

(۲) قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (التوبة 9:61)

پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اس کا خیر اور شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور موت کے بعد دوبارہ جی اُٹھنے پر"۔

- **ایمانیاتِ ثلاثہ:**

i. **توحید:**

اللہ سبحانہ تعالیٰ وہ واحد ہستی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وسیع و عریض کائنات کا خالق اور اس کے ہر نظام کو چلانے والا۔ ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں یکتا۔ ہر خوبی درجۂ کمال کے ساتھ اسی کی ذات میں موجود ہے۔

ii. **آخرت:**

عالمِ دنیا ایک طے شدہ مدّت تک ہے پھر ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد عالمِ آخرت شروع ہو گا جس کی مدت لامحدود ہے۔ انسانی زندگی بے حد طویل ہے جو اپنے آغاز یعنی روح کے وجود میں آنے کے بعد دو موتوں اور دو زندگیوں کے سلسلہ پر مشتمل ہے(۱)۔ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے(۲)۔ موت و حیات کا سلسلہ انسان کے امتحان کے لیے ہے(۳)۔ امتحان کا نتیجہ روزِ قیامت ظاہر ہو گا۔ کچھ لوگ اس روز کامیاب قرار پائیں گے اور کچھ لوگ ناکام(۴)۔

iii. **رسالت:**

دنیا میں درپیش امتحان میں کامیابی کے لیے ہر انسان کو نیکی و بدی کا شعور دے دیا گیا(۵) اور اِسی کی بناء پر اُس سے حساب لیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ رحمتِ خداوندی ہے کہ اس نے

---

(۱) وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (البقرة[2]:28)، رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ (المؤمن[40]:11)

(۲) وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (العنکبوت[29]: 64)

(۳) الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملك[67]:2)

(۴) يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ (التغابن[64]:9-10)

(۵) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ڰ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ (الدهر[76]:2-3)

کچھ برگزیدہ ہستیوں کو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کیا، اُن کے ذریعہ ہدایت بھیجی اور انہیں ایک متوازن عملی نمونہ بنایا تاکہ انسانوں کے پاس بے عملی کا جواز نہ رہے(۱)۔

- **ایمانیاتِ ثلاثہ کا ربط و اہمیت:**

- ایمان باللہ ہی اصل اور بنیادی ایمان ہے۔ اسی لیے ایمانِ مُجمَل میں اسی کا ذکر ہے۔ باقی ایمانیات اسی کی شاخیں ہیں۔ آخرت کا تعلق اللہ کی صفت '**العادل**' سے ہے اور رسالت کا تعلق اُس کی صفت '**الھادی**' سے ہے۔
- ایمان بالآخرت انسان کے اخلاق و عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتا ہے(۲)۔ اس کے بغیر ایمان باللہ محض ذات و صفات کی بحث تک اور ایمان بالرسالت عشق و محبت کے زبانی دعووں تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔
- ایمان بالرّسالت قانونی اعتبار سے اہم تر ہے۔ اُسی کا ایمان مسلّم ہے جو تمام رسولوں پر اور آخری رسول ﷺ کے ذریعے ملنے والی خبروں پر بیان شدہ تفصیلات کے ساتھ ایمان لائے(۳)۔ مثلًا اللہ کو محض خالق تسلیم کرلینا کافی نہیں بلکہ اس پر تمام اسماء و صفات کے ساتھ ایمان لانا ہوگا اور جزا و سزا کا محض اقرار کرلینا کافی نہیں بلکہ روزِ قیامت اور جنت و جہنم کے بارے میں جملہ تفصیلات کو بھی ماننا ہوگا۔

3) ایمان کے درجات:

i. قانونی ایمان: اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ (زبان سے اقرار) - اسلام

دنیا میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے(۴)۔ اسلامی ریاست میں شہریت اور بحیثیت مسلمان تمام حقوق کے حصول کی بنیاد اسی ایمان پر ہے۔ صرف زبان سے اقرار اور دل میں یقین نہیں تو یہ نفاق ہے(۵)۔

---

(۱) رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء[4]:165)

(۲) كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝ (العلق[96]:6-8)

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ (البقرة[2]:8)

(۴) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (النساء[4]:94)، مزید برآں ملاحظہ ہو حضرت مقدادؓ کا واقعہ (منتخب نصاب حصہ اوّل- نکات برائے درس و تدریس صفحہ 44)

(۵) الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ (المائدة[5]:41)

ii. **حقیقی ایمان: تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ (دل سے تصدیق) - ایمان**

آخرت میں کسی کے صاحبِ ایمان ہونے کا فیصلہ اسی کی بنیاد پر کیا جائے گا کیوں کہ اللہ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے(۱)۔ وہ جانتا ہے کہ کس کے دل میں ایمان ہے۔ صرف دل میں یقین ہو اور زبان سے اقرار نہیں تو یہ کفر ہے(۲)۔ لہٰذا آخرت میں حقیقی مومن قرار پانے کے لیے زبانی اقرار اور دل میں یقین، دونوں ضروری ہیں۔

4) ایمان کا عمل سے تعلق:

- **قانونی ایمان کا عمل سے کوئی تعلق نہیں:**

بقول امام ابو حنیفہؒ:

اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّلَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ (۳)

"ایمان قول ہے نہ بڑھتا ہے اور نہ ہی گھٹتا ہے"۔

فاسق و فاجر شخص بھی مسلمان ہے جب تک کسی بنیادی عقیدہ کا منکر نہ ہو۔ بے عمل مسلمان کو بھی متقی مسلمان کے برابر حقوق ملیں گے۔ دونوں کا قانونی status یکساں رہتا ہے۔

- **حقیقی ایمان اور عمل لازم وملزوم ہیں:**

بقول امام بخاریؒ:

اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّعَمَلٌ وَیَزِیْدُ وَیَنْقُصُ (۴)

"ایمان قول و عمل کا مجموعہ ہے اور بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے"۔

اگر دل میں یقین ہے تو لازمًا اس کا ظہور عمل کی صورت میں ہو گا(۵)۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل احادیث سے ہوتی ہے:

---

(۱) قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات 49:14)

(۲) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا (النمل 27:14)

(۳) شرح العقیدۃ الطحاویۃ

(۴) فتح الباری، کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس

(۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (الحجرات 49:15)

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَ لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ (۱)

"اُس شخص کا کوئی ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اُس کا کوئی دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں"۔

وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیلَ وَمَنْ یَا رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ الَّذِیْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ (۲)

"اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ پوچھا گیا کون اے اللہ کے رسول ﷺ؟ فرمایا: وہ جس کی ایذارسانیوں سے اُس کا پڑوسی چین میں نہ ہو"۔

لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَھُوَ مُؤْمِنٌ (۳)

"زانی، زنا نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو اور شرابی، شراب نہیں پیتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو اور چور، چوری نہیں کرتا جبکہ وہ حالتِ ایمان میں ہو"۔

- **حقیقی ایمان گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے:**
  - اچھی یا بری محفل کے اثرات
  - اچھے یا برے عمل کے اثرات
  - اچھے یا برے مطالعہ / مشاہدے / سماعت کے اثرات
  - قرآن کی تلاوت کا اثر (۴)
- **ایمان ہی عمل کی روح ہے:**
  - عمل کا مقصد صرف اللہ کی رضا کا حصول ہونا چاہیے کیوں کہ دکھاوا شرک ہے۔

---

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِی مُسْنَدِ الْمُکْثِرِینَ، باب مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ، 11935

(۲) صحیح البخاری، کتاب الْأَدَبِ، باب إِثْمِ مَنْ لَا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ عَنْ اَبِیْ شَرَیْحٍؓ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب لا یشرب الخمر عن ابی ھریرۃؓ وصحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بَیَانِ نُقْصَانِ الْإِیمَانِ بِالْمَعَاصِی ... عن ابی ھریرۃؓ

(۴) وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (الانفال 8:2)، وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّکُمْ زَادَتْہُ ھٰذِہٖٓ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّھُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ (التوبۃ 9:124)

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

مَنْ صَلّٰی یُرَاءِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ [(۱)]

"جس نے دکھاوے کے لیے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا"۔

- عمل کا اجر صرف اور صرف آخرت میں مطلوب ہونا چاہیے [(۲)]
- عمل وہی صالح ہے جو سنت کے خلاف نہ ہوں [(۳)]

- **ایمان عمل کے لیے جذبۂ محرکہ ہے:**

- انسان دنیا میں گناہ کر کے فوری فوائد ولذات حاصل کر سکتا ہے اور جرائم کی سزا سے بچ سکتا ہے۔ اس کے باوجود یہ ایمان ہے جو انسان کو گناہوں سے پرہیز اور نیکی کو اختیار کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ کی محبت اور آخرت میں جوابدہی کا احساس انسان کو باوجود تکالیف کے عملِ صالح پر کاربند رکھتا ہے۔

5) ایمان کا حاصل امن:

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ (الانعام[6]:81-82)

"تو ان دونوں فریقوں میں سے امن کا زیادہ حق دار کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ نہیں ملایا اُن ہی کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں"۔

- کائنات اور اپنی ذات کے بارے میں انسان کے ذہن میں کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں، مثلاً:

i. کائنات کا اور میرا خالق کون ہے؟

ii. کائنات کا اور میرا مقصدِ تخلیق کیا ہے؟

iii. کائنات کی ابتدا کب ہوئی اور اس کی انتہا کیا ہے؟

iv. کائنات کے ساتھ خالق کا تعلق کیا ہے؟

---

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِی مُسْنَدُ الشَّامِیِّیْنَ، باب حَدِیثُ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍؓ، 16517

(۲) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالمِ دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اوّل- نکات برائے درس و تدریس صفحہ 68)

(۳) ملاحظہ ہو تین اشخاص کا آپ ﷺ کی عبادت کی کیفیت پوچھنے سے متعلق واقعہ (منتخب نصاب حصہ اوّل- نکات برائے درس و تدریس صفحہ 70)

v. میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں اور میری انتہا کیا ہے؟
vi. پیدائش سے قبل میری کوئی حقیقت تھی یا نہیں؟
vii. موت کے بعد میرا وجود برقرار رہے گا کہ نہیں؟
viii. دنیا میں کچھ انسان کیوں تکالیف، مشقتوں یا ظلم و ستم کا شکار ہیں؟

اِن سوالات کی وجہ سے انسان شدید ذہنی کوفت اور اعصابی دباؤ میں مبتلا ہوتا ہے۔ وہ مجبور ہے کہ محض اپنے حواس کے ذریعہ مندرجہ بالا سوالات کا اطمینان بخش جواب یعنی علم حقیقی نہیں پا سکتا۔ یہ انبیاء کرام تھے جو ایک خاص ذریعۂ علم یعنی وحی کی بنیاد پر مندرجہ بالا سوالات کا جواب دیتے تھے۔ جو انسان کسی نبی کی بتائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اُس کی بے چینی ختم ہو جاتی ہے۔ اُسے ایک امن اور سکون کی کیفیت حاصل ہوتی ہے۔ کائنات اور خود اپنی حقیقت کا علم حاصل کرنے کی جو پیاس اُس کی فطرت میں تھی، اُسے تسکین مل جاتی ہے۔ چنانچہ اِس داخلی امن ہی کا نام ایمان ہے۔

- ہمارے نفع و نقصان کا کل اختیار اللہ کے پاس ہے۔ ہمیں مخلوقات میں نہ کسی کی خوشامد کرنے کی حاجت ہے اور نہ کسی سے ڈرنے کی ضرورت ہے۔

ع یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

- کشمکش حیات میں ہر آن محسوس ہوتا ہے کہ میں اکیلا نہیں میرا ایک زبردست مددگار ہے۔

نبی اکرم ﷺ کے الفاظ: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة[9]:40)

حضرت موسیٰؑ کے الفاظ: اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الشعراء[26]:62)

- حادثات پر صبر و سکون، جو کیا اللہ نے کیا، ہونا ہی ایسے تھا، نقصان عارضی ہے، اسی میں خیر ہے، ذریعۂ امتحان ہے، صبر پر روز قیامت اجر ملے گا۔
- خدشات اور اوہام سے نجات۔ آئندہ جو ہو گا وہ اللہ ہی کرے گا اور اللہ ہمارا ہم سے بڑھ کر خیر خواہ ہے۔

گویا ایمان کا حاصل ہے۔ زوالِ خوف و حزن

6) ایمان کا تقاضا: جہاد فی سبیل اللہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ؀ (الحجرات[49] 15:)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ یہی لوگ سچے ہیں"۔

اللہ پر ایمان اور اس سے محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی ذات اور خارج میں ہر اس شے کو فروغ دیا جائے جو اُسے پسند ہے اور ہر اس چیز کے خلاف جدوجہد کی جائے جو اسے ناپسند ہے۔

7) حقیقی مومن کون ہے؟

- **حقیقی مومن کی باطنی کیفیات:**

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (الانفال[8] 2:)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

- **حقیقی مومن کی خارجی سرگرمیاں:**

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

(الانفال[8] 74:)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ اُن کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

8) کیا ہمیں ایمانِ حقیقی حاصل ہے؟

ہماری اکثریت ایمانِ حقیقی سے محروم ہے!

- **اگر ہم مومن ہوتے تو آج دنیا میں غالب ہوتے:**

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

(آل عمران[3]:139)

"اور نہ ہمت ہارو اور نہ ہی غمگین ہو، تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو"۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (۱)

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔

9) ایمانِ حقیقی کے حصول کے ذرائع:

ایمان ہمارے اندر موجود ہے اسے شعوری سطح پر لانے کا ذریعہ:

i. صحبتِ صادقین:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١١٩﴾

(التوبۃ[9]:119)

"اے ایمان والو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ"۔

صادقین کی وضاحت:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾ (الحجرات[49]:15)

"مومن تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک میں نہ پڑے اور انھوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ یہی لوگ سچے ہیں"۔

ii. سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ

iii. آیاتِ آفاقی پر غور:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ

---

(۱) شرح السنة، كتاب الإيمان، باب رد البدع والأهواء عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ

الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ۠ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ (البقرۃ 2:164)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں"۔

iv. آیاتِ انفسی پر غور:

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ﴿۲۰﴾ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

(الذٰریٰت 51:20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری اپنی ذات میں (بھی) تو کیا تم نہیں دیکھتے؟"

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی ؎
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

v. آیاتِ قرآنی پر غور:

ھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِہٖٓ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (الحدید 57:9)

"وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے تاکہ وہ تمہیں نکالیں اندھیروں سے روشنی کی طرف"۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ (الانفال[8]:2)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں"۔

وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ (التوبة[9]:124)

"اور جب اتاری جاتی ہے کوئی سورت، تو ان میں سے بعض (ازراہ تمسخر دوسروں سے) کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ایمان میں اس سورت نے اضافہ کیا؟ سو جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان میں تو واقعی اس سورت نے اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں"۔

خوبصورت ایمان کس کا ہے؟

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَيُّ الْخَلْقِ أَعْجَبُ إِلَيْكُمْ إِيمَانًا؟ قَالُوا: الْمَلَائِكَةُ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالُوا: فَالنَّبِيُّونَ، قَالَ: وَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وَالْوَحْيُ يُنَزَّلُ عَلَيْهِمْ؟ قَالُوا: فَنَحْنُ، قَالَ: وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: إِنَّ أَعْجَبَ الْخَلْقِ إِلَيَّ إِيمَانًا لَقَوْمٌ يَكُونُونَ بَعْدَكُمْ يَجِدُونَ صُحُفًا فِيهَا كِتَابٌ يُؤْمِنُونَ بِمَا فِيهَا (۱)

نبی اکرم ﷺ نے (صحابہ کرامؓ سے) پوچھا: "سب سے زیادہ خوبصورت ایمان کس کا ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا فرشتوں کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ وہ اپنے رب کے پاس ہیں۔" صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر انبیاءؑ کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ایمان کیوں نہ لائیں جبکہ اُن پر وحی نازل ہوتی ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا تو پھر ہمارا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ایمان کیوں نہ لاؤ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "جان لو سب سے خوبصورت ایمان اُن لوگوں کا ہوگا جو تمہارے بعد آئیں گے، قرآن کو صفحات میں لکھا ہوا پائیں گے اور اِس کی تعلیمات پر ایمان لائیں گے"۔

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي، كتاب جماع أبواب غزوة تبوك، باب جماع أبواب إخبار النبي صلى الله عليه وسلم بالكوائن بعده، عن عمرو بن شعيبؒ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ اوّل: سورۃ الفاتحہ [1]

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٣ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٤ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝٥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ اوّل سورۃ الفاتحۃ پر مشتمل ہے۔
2. نہ صرف ترتیبِ تلاوت بلکہ نزول کے اعتبار سے بھی سورۃ الفاتحۃ پہلی مکمل سورۃ ہے۔
3. اس سورۂ مبارکہ کے کئی نام ہیں جیسے الفاتحۃ (قرآن پاک کی افتتاحی سورۃ)، اُمّ القرآن (قرآن کی جڑ)، اساس القرآن (قرآن کی بنیاد)، الشّافیۃ (شفاء دینے والی)، الکافیۃ (کفایت کرنے والی)، الوافیۃ (پورا کرنے والی)، المناجات (دعا)۔
4. اس سورۂ مبارکہ کی عظمت کے لیے نوٹ فرمایئے:
   - سورۃ الحجر [15] آیت 87 میں فرمایا گیا:

     وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝٨٧ (الحجر 15:87)

     "ہم نے آپ ﷺ کو عطا فرمائیں سات (آیات) دہرائی جانے والیاں جو کہ (بذاتِ خود) ایک عظیم قرآن کا درجہ رکھتی ہیں"۔
   - وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرٰةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيْلِ وَلَا فِي الزَّبُوْرِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ أُعْطِيْتُهُ [1]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ سورۃ ہے جس کی مثل نہ تورات

(1) سنن الترمذی، کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِيْ فَضْلِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ، عن ابی ھریرۃؓ

میں نازل ہوئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ ہی قرآن میں اس کی نظیر موجود ہے اور یہ ہی ہے "سَبۡعٌ مِّنَ الۡمَثَانِیۡ" اور یہ ہی "اَلۡقُرۡآنُ الۡعَظِیۡمُ" ہے جو مجھے عطا کیا گیا"۔

- أَعۡظَمَ سُورَةٍ فِي الۡقُرۡآنِ (۱) "سورۂ فاتحہ قرآنِ حکیم کی سب سے عظیم سورۃ ہے"۔
- أَبۡشِرۡ بِنُورَيۡنِ أُوتِيتَهُمَا لَمۡ يُؤۡتَهُمَا نَبِيٌّ قَبۡلَكَ فَاتِحَةُ الۡكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ (۲) "نبی اکرم ﷺ کو دو ایسے نور دیئے گئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے یعنی سورۃ الفاتحۃ اور سورۃ البقرۃ کی آخری (دو) آیات"۔
- سورۃ الفاتحۃ پورے قرآن حکیم کے لیے مقدمے اور دیباچے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک دعا ہے اور پورا قرآنِ حکیم جوابِ دعا ہے۔

5. سورۃ الفاتحۃ نماز کا جزو لازم ہے:

لَا صَلٰوةَ لِمَنۡ لَمۡ يَقۡرَأۡ بِفَاتِحَةِ الۡكِتَابِ (۳)

"اس شخص کی نماز ہی نہیں جس نے سورۃ الفاتحۃ نہ پڑھی"۔

- باجماعت نماز میں مقتدی کے لیے سورۃ الفاتحۃ پڑھنے کے حوالے سے تین آراء ہیں:
  - صرف امام سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام ابو حنیفہؒ)
  - مقتدی بھی ہر نماز میں سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام شافعیؒ)
  - مقتدی صرف سرّی نمازوں (ظہر و عصر) میں سورۃ الفاتحۃ پڑھے گا۔ (امام مالکؒ)
- مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی حدیثِ قدسی میں سورۃ الفاتحۃ ہی کو نماز قرار دیا گیا ہے۔ (حدیث کا متن آخر میں ملاحظہ فرمائیں)

6. آیات کا تجزیہ:

آیات 1 – 3: اللہ کے لیے اللہ کی حمد و ثناء اور بڑائی کا بیان

آیت 4: اللہ اور بندے کے درمیان عہد و پیمان

آیات 5 – 7: بندے کے لیے بندے کی احتیاج اور دعا

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فَضَائِلِ الۡقُرۡآنِ، باب فَضۡلِ فَاتِحَةِ الۡكِتَابِ، عَنۡ أَبِي سَعِيدِ بۡنِ الۡمُعَلَّىؓ

(۲) صحیح مسلم، کتاب صَلَاةِ الۡمُسَافِرِينَ وَقَصۡرِهَا، باب فَضۡلِ الۡفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيمِ سُورَةِ الۡبَقَرَةِ، عَنۡ ابۡنِ عَبَّاسٍؓ

(۳) صحیح البخاری، کتاب الۡأَذَانِ، باب وُجُوبِ الۡقِرَاءَةِ لِلۡإِمَامِ وَالۡمَأۡمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الۡحَضَرِ وَالسَّفَرِ، عَنۡ عُبَادَةَ بۡنِ الصَّامِتِؓ

ترازو کی تمثیل از مولانا ابو الکلام آزاد (خاکہ صفحہ 121 پر ملاحظہ فرمائیں)

7. سورۃ الفاتحۃ کا اسلوب دعائیہ ہے لیکن قرآنِ حکیم کے عمومی دعائیہ اسلوب سے مختلف ہے۔ قرآنِ حکیم کا عمومی دعائیہ اسلوب دو طرح کا ہوتا ہے:

i. لفظ قُلْ کہہ کر دعا کی تلقین کی جاتی ہے جیسے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا (طٰہٰ[20]:114) "کہہ دیجئے! اے میرے ربّ میرے علم میں اضافہ فرما"۔

ii. نیک بندوں کا ذکر کر کے اُن کی دعا بیان کی جاتی ہے۔ جیسے سورۃ الفرقان[25] کی آیت 65 میں عباد الرحمان کی دعا بیان کی گئی ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾

"اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے رب، دوزخ کے عذاب سے ہمیں بچالے۔ بے شک اُس کا عذاب تو چمٹنے والا ہے"۔

سورۃ الفاتحۃ میں مندرجہ بالا دونوں اسلوب نہیں ہیں۔ گویا یہ انسان کی فطرت کی پکار ہے جو آپ سے آپ اس کی زبان پر آ رہی ہے اور اسے اللہ نے الفاظ کا سانچہ عطا فرما دیا ہے:

ع دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو جب جنت میں کی گئی خطا پر ندامت ہوئی تو انہیں اظہارِ ندامت کے لیے کلمات اللہ نے سکھائے تھے:

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرۃ[2]:37)

"پھر سیکھ لیے آدمؑ نے اپنے رب سے (معذرت کے) کچھ کلمات اور اللہ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی"۔

اللہ نے آدم علیہ السلام کو جو کلمات سکھائے ان کا ذکر سورۃ الاعراف[7] آیت 23 میں ہے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾

"اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر (بڑا) ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو یقیناً ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے"۔

سورۃ الفاتحۃ کا نہ صرف اسلوب دعائیہ ہے بلکہ اس سورۃ میں دعا مانگنے کا سلیقہ بتایا گیا ہے یعنی:

i. اللہ کی حمد و ثناء کا بیان

ii. اللہ کی بندگی کرنے کا اقرار

iii. اپنی بے بسی ولاچارگی کا اعتراف

iv. آخر میں اللہ سے عاجزانہ دعا

8. سورۃ الفاتحۃ کا موضوع ہے سلیم الفطرت انسان کے جذبات کی ترجمانی یعنی:

i. غور و فکر کا حاصل (ابتدائی چار آیات):

- منعمِ حقیقی کی پہچان اوراس کے لیے اظہارِ تشکر
- نیکی اور بدی کے شعور کی بنیاد پر جزاو سزا کا تصور
- شکر کے نتیجہ کے طور پر منعمِ حقیقی کی عبادت کا اقرار
- اپنی بے بسی ولاچارگی کا اظہار

ii. ضرورت واحتیاج (آخری تین آیات):

- غور و فکر سے حاصل شدہ ایمان کی یقین میں تبدیلی
- نیکی کے لیے متوازن نمونہ
- اجتماعی معاملات میں حقوق و فرائض کے لیے متوازن رہنمائی

اہم نکتہ

قرآنِ حکیم کا اولین مخاطب وہ سلیم الفطرت انسان ہے جو غور و فکر کے ذریعہ سورۃ الفاتحۃ کی ابتدائی چار آیات میں بیان شدہ حقائق تک از خود پہنچ چکا ہو۔ یہ انسان سورۃ البقرۃ[2] آیت 2 کے حوالے سے متقی ہے جس کے لیے قرآن کتابِ ہدایت ہے اورسورۃ التوبۃ[9] آیت 100 کے حوالے سے اس کا شمار "اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں ہوتا ہے۔ ایسے لوگ جن کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت نے ہلکے سے پردے ڈال دیئے ہوتے ہیں، وہ بھی اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی پیروی کر کے قرآنِ حکیم سے ہدایت حاصل کرتے ہیں اور سورۃ التوبۃ[9] آیت 100 کے حوالے سے "وَاتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ" میں شامل ہو جاتے ہیں۔

البتہ کچھ لوگوں کی فطرت پر غلط ماحول اور نفسانیت کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ (المطففین[83]:14)

"ہرگز نہیں بلکہ اِن لوگوں کے دِلوں پر اِن کے کرتوتوں کا زنگ (بیٹھ گیا) ہے"۔

ایسے لوگ سورۃ البقرۃ[2] آیت 6 کے حوالے سے ان کافروں میں شامل ہو جاتے ہیں جو ہدایتِ قرآنی سے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ

"جن لوگوں نے (ان باتوں کو ماننے سے) انکار کیا ان کے حق میں یکساں ہے کہ تم ان کو (انکارِ حق کے نتائج سے) ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ (کبھی) ایمان نہ لائیں گے"۔

اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ

سورۃ الفاتحہ پر غور و فکر

آیت 1

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱﴾

"کُل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا مالک و پروردگار ہے"۔

1. **حمد:**

- حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی مدح جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- قرآنِ حکیم میں یکساں وقفوں سے سورتوں کا آغاز کلمہ ٔحمد سے ہوتا ہے:

  سورۃ الفاتحۃ[1]، سورۃ الانعام[6]، سورۃ الکھف[18]، سورۃ سبا[34]
- نبی اکرم ﷺ کے اسمائے مبارکہ کا حمد کے ساتھ خاص تعلق ہے جیسے محمد، احمد، حامد، محمود۔ روزِ قیامت آپ ﷺ مقامِ محمود پر فائز ہوں گے اور اللہ کی حمد کا جھنڈا لے کر اُس کی ایسی حمد کریں گے جیسی اِس سے قبل نہیں کی تھی۔
- "اَدْعِيَۂ مَاثُوْرَہ" میں کلمہ ٔحمد کی کثرت
- اہلِ جنت کا وظیفہ ــ کلمہ ٔحمد

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ

اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس 10:10)

"اُن (باغوں) میں (داخل ہوتے ہی) وہ پکار اُٹھیں گے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (یعنی اے اللہ تو پاک ہے) اور اُن (باغوں) میں اُن کی (باہمی) دُعائے خیر سَلٰمٌ (عَلَيْكَ) ہو گی اور اُن کی بات کا خاتمہ ہو گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یعنی کل شکر و ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہان والوں کا رب ہے)"۔

- اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ (۱)

" کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ (معرفت الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اسے پُر کر دیتا ہے"۔

2. **اللّٰــہ :**

دو آراء:

i. اسم علم اور جامد ... اسمِ ذات ... باقی تمام نام صفاتی

ii. اِلٰہٌ سے مشتق: اللّٰهُ = اَلْ + اِلٰهٌ

اِلٰہٌ کے کئی معنی ہیں جیسے وہ ہستی جس کی عبادت کی جائے یا جس کی طرف ضرورت کے وقت لپکا جائے یا جو انسان کو حیرت میں ڈال دے یا جس سے والہانہ محبت ہو یا جو بالکل مخفی ہو (بقول امام رازیؒ: سُبْحَانَ الَّذِیْ اِحْتَجَبَ بِشِدَّةِ ظُهُوْرِهٖ "پاک ہے وہ ذات جو اوٹ میں آ گئی اپنے ظہور کی شدت سے")۔

درج بالا معانی کا کامل مصداق صرف اللّٰہ ہی ہے

یَا اَللّٰہُ ظاہر کر رہا ہے کہ لفظ اللہ اسمِ جامد ہے اور اس میں لامِ تعریف موجود نہیں ورنہ یَا اَيُّهَا اللّٰہُ ہوتا۔ اِسی طرح وصل کی صورت میں اللہ کے 'ا' کا حذف ہو جانا ظاہر کرتا ہے کہ اللہ اسم جامد نہیں ہے۔ گویا لفظ اللہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

3. **ربّ :**

لفظ رب کا مادّہ ہے ر ب ب (ن) جس سے فعل کے معنی ہیں مالک ہونا، بالادست ہونا، انتظام

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ، باب مَا جَاءَ فِیْ عَقْدِ التَّسْبِيْحِ بِالْيَدِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍوؓ

کرنا۔ امام راغب اصفہانیؒ نے مفردات القرآن میں اس فعل کی تعریف یوں بیان کی ہے:

اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالًا فَحَالًا اِلٰی حَدِّ تَمَامٍ

"کسی شے کو درجہ بدرجہ ابتداء سے آخری حد تک لے جانا"

رب کے معنی ہیں مالک یا آقا۔ سورۃ یوسف[12] آیت 23 میں حضرت یوسف علیہ السلام کے عزیزِ مصر کے بارے میں یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ: اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ "بلاشبہ وہ میرا ایسا آقا ہے جس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے"۔

رب کے ایک اور معنی ہیں ضروریات پوری کرنے والا، پروان چڑھانے والا، پروردگار، پالن ہار۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقی رب ہے جو تمام مادی وروحانی ضروریات پوری فرماتا ہے۔

دونوں مفاہیم میں مطابقت یہ ہے کہ جو مالک ہوتا ہے وہی اپنی ملکیت کی تمام ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔

4. عالمین:

مادّہ: ع ل م   عَلَمَ: نشان لگانا   عَلَمٌ: جھنڈا (پہچان کا ذریعہ)

عَالَمٌ: جہان (اللہ کی پہچان کا ذریعہ)   عَالَمٌ کی جمع عَالَمِیْنَ

عربی زبان میں ظرف سے مراد مظروف بھی ہوتا ہے لہٰذا عَالَمٌ کے دوسرے معنی ہیں جہان والے۔ سلیم الفطرت انسان میں ابتداءً شکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں والدین کے لیے، پھر معاشرے کے دیگر افراد کے لیے، پھر مظاہرِ قدرت کے لیے اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے لیے کہ اصلاً وہی رب العالمین ہے۔

آیت 2

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲

"وہ بہت زیادہ اور مسلسل رحم کرنے والا ہے"۔

1. رحمان:

مادّہ: ر ح م   فعلان کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے جوش، ولولہ

رحمان کے معنی ہیں بہت رحم کرنے والا۔

2. **رحیم:**

مادّہ: رح م فعیل کا وزن - اس وزن کی خاصیت ہے دوام تسلسل
رحیم کے معنی ہیں مسلسل رحم کرنے والا۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت میں جوش بھی ہے اور دوام بھی۔ فرض کیجئے کسی حادثہ میں ایک معصوم بچے کے ماں اور باپ دونوں جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ اس بچہ کو دیکھ کر ہمیں ترس آتا ہے اور ہم اسے اُٹھا کر سینہ سے چمٹا لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا جوش ہے۔ اب مستقل مزاجی سے اُس بچہ کی پرورش کرنا رحمت کا دوام ہے۔

قرآنِ حکیم کے بالکل آغاز میں اللہ کا تعارف ربوبیت و رحمت کی صفات سے کرایا جارہا ہے۔ گویا اللہ اور بندے کا فطری تعلق خوف کے بجائے محبت کے جذبہ پر استوار ہے۔ ایک سلیم الفطرت انسان محسوس کرتا ہے کہ اللہ کی رحمت میں جوش بھی ہے جس کے تحت وہ درد کے ماروں کی پکار کو سن کر اُن کی فوری مدد فرماتا ہے اور اس کی رحمت مسلسل بھی ہے جس کے تحت وہ فرمانبرداروں اور نافرمانوں دونوں کی ضروریات پوری کرتا رہتا ہے۔

آیت 3

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٣﴾

"بدلے کے دن کا مالک ہے"۔

- **دین:**

مادّہ: دی ن لغوی مفہوم: بدلہ ... اصطلاحی مفہوم: قانون، نظامِ اطاعت، اطاعت

ایک سلیم الفطرت انسان غور و فکر کے ذریعہ اس نتیجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کار خانۂ قدرت میں کوئی شے بے مقصد پیدا نہیں فرمائی۔ البتہ ہمارے باطن میں جو نیکی و بدی کا شعور ہے خارجی نتائج کے اعتبار سے بظاہر بامقصد نظر نہیں آتا۔ نیکی پر ہمیں مسرت اور بدی پر خلش محسوس ہوتی ہے لیکن دنیا میں نیکی کی جزا اور بدی کی سزا اپنی اپنی مناسبت سے نہ ملتی ہے اور نہ مل سکتی ہے۔ گویا یہ دنیا اخلاقی اعتبار سے نامکمل ہے۔ اللہ کی صفاتِ رحمت و عدل اور نیکی و بدی کے حوالے سے ہماری متضاد باطنی کیفیات کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ ایک دن ایسا ہو جس میں نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کے تناسب سے بھرپور انعام اور ظالموں کو ان کی برائیوں کی مناسبت

سے بھرپور سزا ملے۔ اس روز کوئی لین دین، سفارش اور رشتہ داری مجرموں کو مکافاتِ عمل سے نہ بچاسکے۔ یہ ہے توحید سے آخرت تک عقلی سفر۔ قرآنِ حکیم میں ان حقائق کو یوں بیان کیا گیا ہے:

i. **دنیوی زندگی امتحان کے لیے ہے:**

الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا (الملك[67]:2)

"وہ (ذات) کہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں کون عمل میں بہتر ہے"۔

ii. **اعمال کا بدلہ روزِ قیامت ملے گا:**

کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَۃُ الۡمَوۡتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوۡنَ اُجُوۡرَکُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدۡخِلَ الۡجَنَّۃَ فَقَدۡ فَازَ ؕ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ﴿۱۸۵﴾ (آل عمران[3]:185)

"ہر شخص کو (بالآخر) موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ (اُس دن) جو شخص دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو اِس کے سوا کچھ نہیں کہ صرف دھوکے کا سامان ہے"۔

iii. **روزِ قیامت کل اختیار صرف اللہ کے پاس ہوگا:**

لِمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ ؕ لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَہَّارِ ﴿۱۶﴾ (المؤمن[40]:16)

"(اُس روز پوچھا جائے گا) آج بادشاہی کس کی ہے؟ (تمام خلقت پکار اُٹھے گی) اللہ واحد قہار کی"۔

iv. **روزِ قیامت کوئی تجارت، دوستی اور سفارش کام نہ آئے گی:**

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡہِ وَ لَا خُلَّۃٌ وَّ لَا شَفَاعَۃٌ ؕ وَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ (البقرة[2]:254)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو قبل اِس کے کہ (قیامت کا) دن آجائے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش (چلے گی) اور (اِس حقیقت سے) انکار کرنے والے ہی ظالم ہیں"۔

آیت 4

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٤﴾

"(اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور مانگیں گے۔

- **عبادت:**

  - مادہ: ع ب د عَبْدٌ کے معنی ہیں غلام۔
  - عبادت کے معنی ہیں غلامی یعنی ہر وقت اور ہر معاملہ میں کسی کی اطاعت کرنا۔
  - غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔
  - اللہ کی عبادت سے مراد ہے زندگی کے ہر گوشے میں پورے ذوق و شوق کے ساتھ اللہ کی کلی اطاعت کرنا۔ بقول حافظ ابن قیمؒ:

اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ اَصْلَيْنِ غَايَةَ الْحُبِّ مَعَ غَايَةَ الذُّلِّ وَ الْخُضُوْعِ

"عبادت دو چیزوں کو جمع کرتی ہے یعنی انتہائی درجے کی محبت اور اس کے ساتھ مکمل طور پر عاجزی اختیار کرنا اور خود کو جھکا دینا"۔

عبادت = محبت قلبی (روح) + اطاعت کلی (جسم)

- قرآنِ حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔
- قرآنِ حکیم میں اللہ کی عبادت کو جن و انس کا مقصدِ تخلیق قرار دیا گیا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿٥٦﴾ (الذٰریٰت[51]:56)

"اور ہم نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کے لیے"۔

ع زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

- ہر نبی نے اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کرنے کی تلقین کی:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الاعراف[7]:59، 65، 73، 85)

"اے میری قوم (کے لوگو) اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں"۔

نبی اکرم ﷺ نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَۙ‏ ﴿۲۱﴾ (البقرۃ[2]:21)

"اے لوگو، عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان سب کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"۔

- عبادت کو محض عبادات سمجھ لینا عبادت کا نہ صرف محدود بلکہ مسخ شدہ تصور ہے۔

سورۃ یٰسٓ[36] آیت 60 میں فرمایا گیا کہ روزِ قیامت اللہ پوچھے گا:

اَلَمۡ اَعۡهَدۡ اِلَيۡكُمۡ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوا الشَّيۡطٰنَ‌ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌۙ‏ ﴿۶۰﴾

"اے اولادِ آدم! کیا ہم نے تمہیں تاکید نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"۔

شیطان کی عبادت سے مراد عبادات نہیں ہو سکتیں۔ مندرجہ ذیل آیت میں عبادات کا ذکر عبادت کے بعد علیحدہ سے کیا گیا ہے:

وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَعۡبُدُوا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوا الزَّكٰوةَ‌ وَذٰلِكَ دِيۡنُ الۡقَيِّمَةِ (البینۃ[98]:5)

"اور اُنہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اُسی کی خالص اطاعت کے ساتھ (اور) بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی درست (اور صحیح) دین ہے"۔

- **استعانت:**

مادّہ: ع و ن مدد مانگنا، تعاون طلب کرنا

- **عبادت اور استعانت کا تعلق:**

اَلدُّعَآءُ مُخُّ الۡعِبَادَةِ[1] "دعا (اللہ سے استعانت طلب کرنا) عبادت کا مغز ہے"۔

اَلدُّعَآءُ هُوَ الۡعِبَادَةِ[1] "دعا ہی اصل عبادت ہے"۔

---

(1) سنن ترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي فَضۡلِ الدُّعَاءِ عن انس بن مالکؓ

بغیر اللہ تعالیٰ کی استعانت کے عبادت یعنی زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کی اطاعت ممکن نہیں۔
اسی لیے مسنون دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ(۲)

"اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی اچھی عبادت کے لیے"۔

- **آیت 4 کی خصوصی اہمیت:**

- پہلی تین آیات میں اللہ کا ذکرِ غیابی ہے لیکن اس آیت میں ذکرِ خطابی یعنی اللہ سے براہِ راست ہمکلام ہونے کا بیان ہے۔
- پہلی تین آیات میں توحید نظری کا اور اس آیت میں توحید عملی کا بیان ہے۔
- ضمیرِ مخاطب 'كَ' کو مقدم کر کے شرک کی زور دار نفی کی گئی ہے۔
- اس آیت میں جذبہ شکر کے عبادت میں ڈھلنے کا بیان ہے۔
- فعل مضارع کے اعتبار سے اس آیت کے دو تراجم کیے جاسکتے ہیں:

i. ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں (ایک دعویٰ)
ii. ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھ ہی سے مدد مانگیں گے (ایک وعدہ)

اہم نکتہ

عالمِ ظاہری میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا جائز ہے کیوں کہ اللہ اِس عالم سے ماوراء یعنی بالاتر ہے۔ البتہ صرف اللہ کے اِذن سے ہی کوئی مدد کر سکتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ توکل صرف اللہ ہی پر ہو اور استعانت کی طلب خوشامد کی شکل اختیار نہ کرے۔ ہمارے اعتبار سے اللہ عالم غیب میں ہے لہٰذا اُس عالم میں غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا شرک ہے۔

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللہِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِی فَضْلِ الدُّعَاءِ عن النعمان بن بشیرؓ

(۲) سنن ابی داؤد، کتاب الصَّلَاۃِ، باب فِی الِاسْتِغْفَارِ وَ سنن النسائی، کتاب السَّھْوِ، باب نَوْعٌ آخَرُ مِنَ الدُّعَاءِ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ

آیت 5

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵

"ہم کو چلا سیدھے راستے پر"

- **ہدایت:**

مادّہ: ھ د ی ہدایت کا مفہوم ہے راہ نمائی۔ جس کی تین صورتیں ممکن ہیں:

(i) سمجھادینا (ii) اشارہ کر دینا (iii) ساتھ لے جاکر منزل تک پہنچا دینا

ہدایت کا لفظ راہ نمائی کی تیسری صورت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

▪ انسان زندگی کے آخری سانس تک ہدایت کا محتاج ہے کیوں کہ ہدایت کے بھی کئی درجات ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (محمد[47] 17:)

"وہ لوگ جنہوں نے ہدایت (کی راہ) اختیار کی، اللہ اُنہیں اور زیادہ ہدایت دیتا ہے"۔

▪ حصولِ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت[29] 69:)

"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھائیں گے"۔

- **اقسامِ ہدایت:**

i. **فکری:** فطرتِ انسانی میں ودیعت شدہ ہے۔ انبیاء کے ذریعہ یقین کا حصول اور اُمورِ غیبی کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

ii. **عملی:** انفرادی سطح پر نیکی اور بدی کا شعور فطرتِ انسانی میں موجود ہے:

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ (الدّھر[76] 3:)

"ہم نے اُس کو راہ دکھادی، (اب) خواہ وہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا"۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ (الشمس[91] 8:)

"پھر اُس کی بدکرداری اور اُس کی پرہیز گاری کی اُس کو سمجھ دی"۔

انبیاء اسی ہدایت پر عمل کا ایک عملی اور متوازن نمونہ ہوتے ہیں۔

اجتماعی معاملات میں انسان کلی طور پر ہدایت کا محتاج ہے۔ مثلاً:

1. عورت اور مرد کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین
2. فرد اور اجتماعیت کے درمیان تعلق میں اعتدال
3. امیر اور مامورین کے درمیان حقوق و فرائض کا صحیح تعین
4. سرمایہ اور محنت کے درمیان متوازن نسبت

تکمیلِ دین دراصل اجتماعی معاملات کے ضمن میں تکمیلِ ہدایت ہے۔

- ہدایت کی احتیاج ہی دراصل وحی نبوت یعنی ایمان بالرسالت کی عقلی بنیاد ہے۔ انسان کی عقل غور و فکر کرتے کرتے تھک جاتی ہے اور انسان خود کو بے بس پا کر اللہ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر مزید راہ نمائی کے لیے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر ظہورِ نبوت اسی احتیاج کی وجہ سے ہوا:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ (الضحٰی[93]:7)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی"۔

حضرت سلمان فارسیؓ، ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور گوتم بدھ کی حق کی جستجو کی مثالیں اس حقیقت پر شاہد ہیں۔

- **صراطِ مستقیم:**

- صراط کے معنی ہیں راستہ اور اس کی صفت ہے مستقیم جس کے معنی ہیں سیدھا ہونا۔ صراطِ مستقیم کو قرآنِ حکیم میں الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (طٰہٰ[20]:135) اور سَوَآءَ السَّبِيْلِ (القصص[28]:22) بھی کہا گیا ہے۔ مسندِ احمد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے زمین پر ایک نقشہ بنا کر صراطِ مستقیم کی وضاحت فرمائی جو سیدھا جنت میں لے جائے گا اور دیگر متفرق راستوں کی نشاندہی فرمائی جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سورۃ الانعام[6] کی آیت 153 کی تلاوت فرمائی[1]:

---

(1) مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، باب مُسْنَدُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍؓ

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ

"اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ (اُن پر چل کر) اللہ کے رستے سے الگ ہو جاؤ گے"۔

یہ نقشہ صفحہ 122 پر ملاحظہ فرمائیے۔

- سورۃ الانعام[6] آیت 161 میں صراطِ مستقیم کی وضاحت دو اصطلاحات کے ذریعے کی گئی ہے:

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾

"(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے مجھے میرے رب نے سیدھا رستہ دکھا دیا ہے جو کہ خالص دین ہے اور طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جو بالکل یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے"۔

اس آیت کی روشنی میں **نظری طور** پر صراطِ مستقیم ہے دینِ قیّم یعنی خالص دین جس کی وضاحت سورۃ البینۃ[98] آیت 5 میں بیان کی گئی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَاۗءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾

"اور اُنہیں حکم نہیں دیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں، اُسی کی خالص اطاعت کے ساتھ بالکل یکسو ہو کر، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ یہی ہے خالص دین"۔

اس طرح **عملی طور** پر صراطِ مستقیم ہے ملتِ ابراہیمؑ جس کی وضاحت سورۃ البقرۃ[2] آیات 130-131 میں کی گئی ہے:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٣١﴾

"اور کون ہے جو ابراہیمؑ کے طریقے سے انحراف کرے مگر وہی جس کی عقل ماری گئی ہو۔ اور ہم نے تو اُنہیں دنیا میں بھی چن لیا تھا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں شامل ہوں گے۔ (اُن کا معاملہ تو یہ تھا کہ) جب بھی اُن کے رب نے حکم دیا کہ اطاعت اختیار کرو تو وہ پکار اٹھے کہ میں نے رب العالمین کی اطاعت اختیار کی"۔

آیت 6

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

"راستہ اُن لوگوں کا جن پر (اے اللہ) تُونے انعام کیا"

- **مُنعَم علیہِم (انعام یافتہ لوگ):**

ایسے لوگوں کا ذکر سورۃ النساء[4] آیت 69 میں ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

"اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) اُن (مقبول بندوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں"۔

i. **انبیاء:** اللہ کے چنے ہوئے بندے–نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا۔

ii. **صِدّیقین**(*Introverts*): جن کا مزاج غور و فکر کرنے والا ہو۔

iii. **شہداء**(*Extroverts*): جن کے مزاج میں جوش اور حرکت ہو۔

iv. **صالحین:** نیک لوگ جو محنت سے صدیق و شہید کا درجہ پاتے ہیں۔

بعض رسول مزاج کے اعتبار سے صدیق تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کے بارے میں سورۃ مریم[19] آیت 41 میں آیا: اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا اور اور بعض رسول شہید مزاج کے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے بارے میں سورۃ مریم[19] آیت 51 میں آیا وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان یہ ہے کہ آپ بیک وقت صدیق بھی تھے اور شہید بھی(*Ambiverts*)۔

آیت 7

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿٧﴾

"(اے اللہ) نہ تُو اُن پر ناراض ہوا اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے"

- **مَغضُوبِ علیہِم:**

اِن سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا لیکن انہوں نے جان بوجھ کر ایسے برے

اعمال کیے کہ اللہ ان سے ناراض ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ سے مراد یہود ہیں(۱)۔ سورۃ البقرۃ[2] آیت 61 میں فرمایا گیا:

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۚ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ

"اور آخر کار ذلت اور محتاجی اُن پر مسلط ہو گئی اور وہ اللہ کے غضب میں آ گئے"۔

سورۃ البقرۃ[2] آیت 90 اور سورۃ آل عمران[3] آیت 112 میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ موجودہ دور میں ہم مسلمان مَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ کی عبرت ناک تصویر ہیں۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ آمین!

- **ضالّین:**

یہ ضال کی جمع ہے جس سے مراد ایسے لوگ ہیں جو گمراہ یعنی راہِ حق سے دور ہوں۔ حدیثِ نبوی ﷺ ہے کہ ضالین سے مراد عیسائی ہیں (۲)۔ عیسائی بعض مغالطوں کی وجہ سے راہِ حق سے دور ہو گئے۔ انہوں نے محبت کی انتہا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا:

وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ (التوبۃ[9]:30)

"اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔"

اسی طرح انہوں نے عمل کی انتہا میں رہبانیت اختیار کر لی:

وَرَهۡبَانِيَّةَ ۨ ابۡتَدَعُوۡهَا مَا كَتَبۡنٰهَا عَلَيۡهِمۡ (الحدید[57]:27)

"اور رہبانیت (کی بدعت) انہوں نے (خود) شروع کی، ہم نے اُسے اُن پر واجب نہیں کیا تھا"۔

قرآنِ حکیم میں راہِ حق کے متلاشی کو بھی ضال کہا گیا ہے۔ اسی معنی میں یہ لفظ سورۃ الضُّحیٰ[93] آیت 7 میں نبی کریم ﷺ اور سورۃ الشعراء[26] آیت 20 میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے آیا ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۪ (الضُّحیٰ[93]:7)

"اور (اے نبی ﷺ! اللہ نے) آپ کو حق کی تلاش میں بے چین پایا تو ہدایت دی"۔

قَالَ فَعَلۡتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيۡنَ (الشعراء[26]:20)

"(موسیٰؑ نے) کہا، (واقعی) میں نے اُس وقت وہ کام کیا کیوں کہ میں خود ہدایت کا محتاج تھا"۔

---

(۱) هٰؤُلَاءِ الۡمَغۡضُوبُ عَلَيۡهِمۡ وَأَشَارَ إِلَى الۡيَهُودِ (مسند احمد، کتاب مُسۡنَدِ الۡبَصۡرِيِّينَ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنۡ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ شَقِيقٍ)

(۲) هٰؤُلَاءِ الضَّالِّينَ يَعۡنِي النَّصَارٰى (مسند احمد، کتاب مُسۡنَدِ الۡبَصۡرِيِّينَ، باب حَدِيثُ رَجُلٍ سَمِعَ النَّبِيَّ، عَنۡ عَبۡدُ اللّٰهِ بۡنُ شَقِيقٍ)

• آمین:

سورۃ الفاتحۃ کی تلاوت کے اختتام پر آمین کہنا مسنون ہے۔ اس کے معنی ہیں "ایسا ہی ہو"۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (۱)

"جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے"۔

ایک ایمان افروز حدیثِ قدسی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَيْنِیْ وَبَيْنَ عَبْدِیْ نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَثْنٰى عَلَیَّ عَبْدِیْ وَاِذَا قَالَ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ قَالَ مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ وَقَالَ مَرَّةً فَوَّضَ اِلَیَّ عَبدِی فَاِذَا قَالَ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ قَالَ هٰذَا بَيْنِیْ وَ بَيْنَ عَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَاسَاَلَ(۲)

"حضرت ابوہریرۃ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو وہ ارشاد کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا۔ تو جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میرا شکریہ ادا کیا اور جب وہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف بیان کی ہے اور جب وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بڑائی بیان کی اور ایک بار فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے سب کام میرے سپرد کر دیئے تو جب بندہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کہتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ حصہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میں نے اپنے بندے کو وہ عطا کیا جو اس نے مانگا۔ پھر جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندہ کو وہ عطا کیا گیا جو اس نے مانگا"۔

ع　　افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر　　اُٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْأَذَانِ، باب جَهْرِ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصَّلَاةِ، باب وُجُوبِ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَإِنَّهُ إِذَا لَمْ يُحْسِنِ الْفَاتِحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ دوم: سورۃ آلِ عمران[3] آیات 190-195

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الْاَلْبَابِ ۝۱۹۰ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ ۝۱۹۱ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ
اَنْصَارٍ ۝۱۹۲ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ
فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝۱۹۳
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ
الْمِیْعَادَ ۝۱۹۴ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ
اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ
سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝۱۹۵

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ دوم سورۃ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 پر مشتمل ہے۔
2. قرآنِ حکیم کی طویل سورتوں میں سے اکثر کے آغاز و اختتام پر انتہائی اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ آلِ عمران کی آیات 190 تا 195 بھی انتہائی اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ ابنِ کثیرؒ نے ان آیات کی تفسیر میں حسبِ ذیل روایات نقل کی ہیں:

i. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "ایک رات نبی اکرم ﷺ میرے پاس آئے اور میرے

ساتھ سوئے پھر مجھ سے فرمانے لگے۔ عائشہ !میں اپنے رب کی کچھ عبادت کرنا چاہتا ہوں مجھے جانے دو، میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم میں آپ ﷺ کا قرب چاہتی ہوں اور یہ بھی میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اللہ عزّوجل کی عبادت بھی کریں۔ اب آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک مشک میں سے پانی لے کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوگئے، پھر رونا شروع کیا تو اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہوگئی، پھر سجدے میں گئے اور اس قدر روئے کہ زمین تر ہوگئی، پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور روتے ہی رہے یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے آکر نماز کے لیے بلایا اور آپ ﷺ کے آنسو رواں دیکھ کر دریافت کیا کہ اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! آپ ﷺ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال میں کیوں نہ روؤں؟ مجھ پر آج کی رات یہ آیت اتری ہے (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ...)۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اسے پڑھے اور پھر اس پر غور وتدبّر نہ کرے"۔(۱)

ii. حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ:"میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہؓ کے گھر رات گزاری جو نبی اکرم ﷺ کی زوجہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ جب آئے تو تھوڑی دیر تک تو آپ ﷺ حضرت میمونہ سے باتیں کرتے رہے پھر سو گئے۔ جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ ﷺ اُٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کرکے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے آخر سورۃ تک کی آیات تلاوت فرمائیں، پھر کھڑے ہوئے، مسواک کرکے وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی۔ حضرت بلالؓ کی صبح کی اذان سُن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں۔ پھر مسجد میں تشریف لاکر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی"۔(۲)

3. اِن آیات کا موضوع ہے حصولِ ایمانِ حقیقی اور اس کا خارجی مظہر۔ ایمان باللہ فطرت کی روشنی میں آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور کرکے حاصل ہوتا ہے۔ ایمان بالآخرۃ اِس حقیقت کے ادراک

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب التوبۃ، عن عطاءؒ

(۲) صحیح البخاری، کتاب تَفْسِیرِ الْقُرْآنِ، باب قَوْلِهِ {إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ... عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ

سے حاصل ہوتا ہے کہ اللہ کی ہر تخلیق بامقصد ہے لہٰذا ہمارے اندر ودیعت شدہ نیکی اور بدی کا شعور جس کا نتیجہ اس دنیا میں نہیں نکلتا، ایک ایسے روز نتیجہ خیز ہو گا جسے یوم الآخرۃ کہا جاتا ہے۔ ایمان بالرسالت یعنی رسولوں کی دعوت پر لبیک کہنے سے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ ایمانِ حقیقی کا خارجی مظہر اللہ کے دین کے غلبے کے لیے ہجرت جہاد اور تکالیف پر صبر کی صورت میں نظر آتا ہے۔

4. ان آیات میں ایمانِ حقیقی کے شعوری پہلو کا تذکرہ ہے۔ غیر شعوری ایمانِ حقیقی کو موروثی یا تقلیدی ایمان کہتے ہیں۔ شعوری ایمانِ حقیقی کو اکتسابی ایمان کہتے ہیں۔

شعوری ایمانِ حقیقی = ایمانِ عقلی + ایمانِ سمعی

ایمانِ عقلی آیاتِ آفاقی وانفسی پر غور وفکر اور ایمانِ سمعی نبی کی دعوت پر لبیک کہہ کر حاصل ہوتا ہے۔

5. آیات میں بیان شدہ مضامین کا تجزیہ حسبِ ذیل ہے:

آیت 190:	توحیدِ باری تعالیٰ (کائنات پر غور وفکر سے فطرت میں ودیعت شدہ حقائق کی شعور کی سطح پر آگہی اور ایمان باللہ تک رسائی)
آیات 191-192:	ایمان بالآخرت (توحید سے آخرت تک عقلی سفر)
آیات 193-194:	ایمان بالرسالت اور جامع دعائیں (نبی کی دعوت پر لبیک)
آیت 195:	ایمانِ حقیقی کے عملی مظاہر کا خارجی رخ

آیات پر غور وفکر

آیت 190

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ... بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں ...

وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّہَارِ ... اور شب وروز کے فرق اور بدلنے میں ... لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

- اختلاف کے معنی ہیں ایک دوسرے کے پیچھے آنا یا تاثیر میں فرق ہونا۔
- آیت کے معنی ہیں نشانی یعنی ایسی شے جس کو دیکھ کر بغیر کسی ارادی کوشش کے ذہن کسی

دوسری شے کی طرف منتقل ہو جائے۔ کسی دوست کی تحفہ کے طور پر دی ہوئی نشانی انسان کے علم میں اضافہ نہیں کرتی بلکہ اس دوست کی یاد دلاتی ہے۔

- اولوالالباب میں لفظ الباب جمع ہے لُبّ کی جس کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ یا مغز۔ انسانی وجود کا خلاصہ عقل و شعور ہے۔ اصطلاحی طور پر لُبّ عقلِ سلیم کو کہتے ہیں۔ اولوالباب کے معنی ہیں عقلِ سلیم رکھنے والے۔ قرآنِ حکیم میں یہ الفاظ اللہ کے محبوب بندوں کے لیے آئے ہیں:

يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا ‌ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۲۶۹﴾ (البقرة[2]:269)

"وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت مل گئی تو اُس نے بہت بڑی بھلائی پا لی اور نصیحت تو وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو دانش مند ہیں"۔

الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَهٗ ‌ؕ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ هَدٰٮهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓـئِكَ هُمۡ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۸﴾ (الزمر[39]:18)

"جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل والے ہیں"۔

- اس آیت میں لفظ 'آیت' اس مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے کہ معرفتِ الٰہی انسان کی فطرت میں مضمر ہے اور وجودِ باری تعالیٰ کے ثبوت کے لیے کسی منطقی دلیل کی ضرورت نہیں۔ البتہ فطرت پر بھول، غفلت یا ماحول کے اثرات کی وجہ سے پردے پڑ جاتے ہیں۔ آیاتِ آفاقی، آیاتِ انفسی اور آیاتِ قرآنی پر غور و فکر ان پردوں کو اٹھاتا ہے اور خوابیدہ حقائق کو بیدار (Activate) کر کے شعور کی سطح پر لاتا ہے۔ اس عمل کو تذکیر یعنی یاد دہانی کہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيۡفَ رُفِعَتۡ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الۡجِبَالِ كَيۡفَ نُصِبَتۡ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الۡاَرۡضِ كَيۡفَ سُطِحَتۡ ﴿۲۰﴾ فَذَكِّرۡ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَكِّرٌ ؕ ﴿۲۱﴾ (الغاشية[88]:17-21)

"تو کیا یہ اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ہیں، اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسا (عجیب) بلند کیا گیا ہے، اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسے (عجیب)

جما دیئے گئے ہیں، اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کیسی (عجیب) پھیلا دی گئی ہے؟"

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

(حٰمٓ السجدۃ[41]:53)

"عنقریب ہم اِن لوگوں کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں آفاق میں (بھی) دکھائیں گے اور خود اُن کی ذات میں (بھی) یہاں تک کہ اِن پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) واقعی برحق ہے"۔

وَفِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾

(الذّٰریٰت[51]:20-21)

"اور یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔ خود تمہاری ذات میں (بھی) کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟"

ع
حق مری دسترس سے باہر ہے — حق کے آثار دیکھتا ہوں میں
رداءِ لالہ و گل پردۂ مہ و انجم — جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے
معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا — از مہ تا بہ ماہی سب ہے ظہور تیرا

- مولانا رومؒ نے اس حقیقت کو ایک سنگتراش کی حکایت کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ ایک سنگتراش نے پتھر تراش کر ایک شیر بنایا۔ اس کے بیٹے نے پوچھا: "بابا! آپ نے پتھر سے شیر کیسے بنادیا؟" سنگتراش نے جواب دیا: "بیٹا میں نے شیر بنایا نہیں، شیر تو پتھر کے اندر موجود تھا، میں نے پتھر کھرچ کر اندر سے اسے نکال دیا ہے"۔ اسی طرح ایمان انسان کے باطن میں ہے اور آیات پر غور اِسے شعور کی سطح پر لے آتا ہے۔
- اس آیت کی انتہائی عمدہ تفسیر سورۃ البقرۃ[2] کی آیت 164 ہے۔ اس آیت میں اولوالالباب کو قَوْمٌ يَّعْقِلُوْنَ یعنی عقل مند لوگ کہا گیا ہے:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٦٤﴾

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے

پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) کے سمندر میں رواں ہونے میں جن کے ذریعہ وہ (اللہ) لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس پانی میں جس کو اللہ تعالیٰ آسمان سے برساتا اور اُس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لیے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں"۔

- انسان جب مختلف مظاہرِ قدرت پر غور کرتا ہے تو اِن کی تاثیر اور اِن میں باہمی ربط اِس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ یہ سب مظاہر نہ صرف کسی ایک عظیم خالق کی مخلوق ہیں بلکہ اُسی کی تدبیر سے کمالِ ہم آہنگی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ گویا آیاتِ آفاقی پر غور و فکر کا حاصل ہے معرفتِ الٰہی۔ اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ سڑک پر اگر کسی شے کے کچھ تھیلے آپ کو بکھرے ہوئے نظر آئیں تو آپ قیاس کریں گے کہ کسی گاڑی سے گر گئے ہیں۔ البتہ اگر یہی تھیلے کسی دائرے کی صورت میں ہوں تو آپ یہ ہی رائے قائم کریں گے کہ کسی نے سوچ سمجھ کر ان تھیلوں کو دائرے کی صورت میں رکھا ہے۔ اسی طرح کائنات کا یہ باقاعدہ اور مربوط نظام اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی ہستی ہے جس نے ایک پُر حکمت تدبیر کے ساتھ اس کائنات کو بنایا، اس کے مختلف مظاہر میں تاثیر رکھی اور وہی ایک ضابطہ کے تحت کائنات کے نظام کو جاری و ساری رکھے ہوئے ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا ایک دہریہ یعنی وجودِ باری تعالیٰ کے منکر سے مناظرہ طے ہوا۔ آپ مناظرہ کے لیے تاخیر سے پہنچے۔ دہریہ نے اعتراض کیا کہ اللہ کو ماننے والے وقت کے پابند نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے راستے میں ایک دریا پڑتا ہے جسے عبور کرنے کے لیے فوری طور پر کشتی دستیاب نہ تھی۔ البتہ ہوا ایسے کہ میرے سامنے ایک درخت کٹا، اس کے تنے سے تختے بنے، تختوں نے باہم مل کر ایک کشتی کی صورت اختیار کی۔ کشتی میں دو چپو بھی کہیں سے آ گئے۔ کشتی خود ہی کنارے پر آ گئی۔ میں اُس میں بیٹھ گیا اور کشتی نے مجھے دوسرے کنارے پر اتارا۔ اس طرح مجھے یہاں آنے میں تاخیر ہو گئی۔ دہریہ نے کہا کہ یہ پوری داستان جھوٹ ہے۔ کشتی خود بن سکتی ہے نہ چل سکتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جب ایک کشتی نہ خود بن سکتی ہے اور نہ

خود چل سکتی ہے تو ذرا غور کرو کیا اتنی بڑی کائنات خود بخود بن گئی؟ کیا اس کائنات کا یہ مربوط نظام خود بخود چل رہا ہے؟ ثابت ہوا کہ ایک خالقِ کائنات ہے جس نے اس کائنات کو بنایا اور وہی اِس کے نظام کو چند ضابطوں کے ساتھ چلا رہا ہے۔

آیات 191-192

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ . . . جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں . . . وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ . . . اور آسمان اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں . . . رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ . . . (اور کہتے ہیں کہ) اے ہمارے رب تو نے یہ سب بے مقصد نہیں بنایا . . . سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ تو پاک ہے پس بچا لے ہمیں آگ کے عذاب سے . . . رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ . . . اے ہمارے رب جس کو تو نے آگ میں ڈالا اُسے تو رُسوا کر دیا تُو نے . . . وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں۔

- ذکر کے معنی ہیں اِسْتِحْضَارُ اللّٰہِ فِی الْقَلْبِ یعنی دل میں اللہ کو حاضر رکھنا۔ معرفتِ رب کے حصول کے بغیر انسان اور کائنات کی تخلیق، مقصد، آغاز، انجام اور خالق سے اِن کے تعلق کے بارے میں سوالات انسان کو بے چین کر دیتے ہیں۔ اِسے مثال سے یوں سمجھئے کہ ایک شخص ریل گاڑی میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔ کسی حادثہ کی وجہ سے اُس کی یاداشت ضائع ہو گئی۔ اب وہ شدید ذہنی الجھن کا شکار ہو گا کہ میں کہاں سے چلا تھا، کہاں جا رہا ہوں، اِس گاڑی میں لوگ کیوں چڑھ رہے ہیں اور کیوں اتر رہے ہیں؟ گویا معرفتِ رب کے بغیر انسان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ:

ع سنی حکایتِ ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتداء کی خبر اور نہ انتہاء معلوم

کائنات کی تخلیق اور روز و شب کے نظام پر غور و فکر کے ذریعہ معرفتِ رب کے حصول سے اس کائنات کی الجھی ہوئی ڈور کا سرا اولوالالباب کے ہاتھ آ جاتا ہے۔ اب وہ ہر حال میں رب کا ذکر کر کے اس ڈور کا سرا تھامے رہتے ہیں تا کہ کائنات کی بقیہ گتھیوں کو بھی سلجھا سکیں۔

- فکر کے معنی ہیں اِسۡتِحۡضَارُ الۡمَعۡرِفَتَیۡنِ لِحُصُوۡلِ الۡمَعۡرِفَۃِ الۡاُخۡرٰی یعنی دو چیزوں کو سامنے رکھ کر تیسری چیز کو پہچاننا۔
- ذکر اور فکر سلوکِ قرآنی کے دو اجزاء ہیں اور انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل کے حل تک رسائی ان دونوں کے بغیر ناممکن ہے بقول مولانا رومؒ:

ع　فکر اگر جامد بود، رَو ذکر کن　　ایں قدر گفتیم باقی فکر کن
ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز　　ذکر آرد فکر را در اہتزاز

اور بقول اقبالؒ:

ع　فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است　　جزبہ قرآں ضیغمی روباہی است
فکر را کامل نہ دیدم جزبہ ذکر　　فقرِ قرآں ؟ اختلاطِ ذکر و فکر

اس دور کا المیہ ہے کہ اصحابِ فکر ذکر سے غافل اور اہلِ ذکر تفکر سے دور ہیں۔ رجالِ دین قرآن وحدیث کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہیں لیکن حالات حاضرہ کے حوالے سے قرآن وحدیث کی روشنی میں عوام کو رہنمائی فراہم نہیں کر رہے۔ دانشور حضرات اخبارات و رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ پر حالاتِ حاضرہ کا تجزیہ تو کرتے ہیں لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں نہ مسائل کا سبب بتاتے ہیں اور نہ ہی علاج تجویز کرتے ہیں۔

- ذکر اور فکر کے نتیجہ میں کائنات کی ہر شے کی تخلیق بامقصد نظر آتی ہے:

ع　برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

البتہ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے برعکس خارج میں نیکی مظلوم اور بدی غالب دکھائی دیتی ہے۔ نیکی اور بدی کے داخلی شعور کے بامقصد ہونے کا تقاضا ہے کہ مکافاتِ عمل ہو یعنی نیکی کا بھرپور بدلہ اور بدی کی بھرپور سزا ملے۔ قرآنِ حکیم میں اِس حقیقت کو بار بار واضح کیا گیا:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ (المؤمنون[23]:115)

"کیا تم نے سمجھ رکھا تھا کہ ہم نے تمہیں (یوں ہی) بے مقصد پیدا کیا تھا اور یہ کہ تمہیں ہماری طرف لوٹ کر آنا نہیں ہے؟"

اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ يُّتۡرَكَ سُدًى (القیامۃ[75] 36:)

"کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس کو (بے مقصد) یوں ہی چھوڑ دیا گیا ہے؟"

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ (ص[75] 38:)

"کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک عمل (بھی) کیے برابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد مچانے والے ہیں؟ کیا ہم متقیوں کو برابر کر دیں گے نافرمانوں کے؟"۔

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَـكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ﴿٣٦﴾

(القلم[68] 35-36:)

"کیا ہم (اپنے) فرماں بردار بندوں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تم کو کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

- سورۃ آلِ عمران آیت 192 سے رہنمائی ملتی ہے کہ اصل رسوائی قیامت کی رسوائی ہے اور ظالموں کے لیے اُس روز کوئی مدد گار یعنی دوست یا شفاعت کرنے والا نہ ہو گا۔ شفاعتِ باطلہ کی یہ نفی، اللہ کی صفتِ عدل کا اظہار ہے۔

آیات 193-194

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىۡ لِلۡاِيۡمَانِ ... اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کے لیے پکار رہا تھا... اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ ... کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر... فَاٰمَنَّا ... تو ہم ایمان لے آئے ...رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا ... اے ہمارے رب ہمارے گناہ معاف فرما ... وَكَفِّرۡ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا ...اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دور فرما ...وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿١٩٣﴾ اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا... رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ ... اے ہمارے رب ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے...وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ... اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا...اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ ﴿١٩٤﴾ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

- معرفتِ الٰہی اور قانونِ مکافاتِ عمل کے تصور تک غور و فکر کے ذریعہ رسائی حاصل کرنے

والوں تک جب کسی نبی کی دعوتِ ایمان پہنچتی ہے تو یہ لوگ اِس دعوت کو اپنے جذبات کی ترجمانی سمجھتے ہیں اور والہانہ انداز میں اس بات پر لبیک کہتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص وضو کر کے نماز کے لیے تیار ہو اور اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف چل دے۔اس کی سب سے نمایاں مثال حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ اُن کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ "میں نے جس کے سامنے بھی دعوت رکھی، اُس نے کچھ دیر کے لیے توقف ضرور کیا، سوائے ابو بکرؓ کے کہ انہوں نے ایک لمحہ کا توقف کیے بغیر فوراً میری تصدیق کر دی"(۱)۔ گویا اُن کا معاملہ یہ تھا کہ:

ع دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اور

ع نکلی تو ہے لبِ اقبالؔ سے، کیا جانیے کس کی ہے یہ صدا
پیغامِ سکوں پہنچا بھی گئی دل محفل کا تڑپا بھی گئی

یہ درحقیقت صدیقین کی شان ہے۔ ایمان کی اس تکمیل کے نتیجہ میں ان کے اندر پیدا ہونے والے ایمان افروز احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ان آیات میں ایک عظیم دعا کی صورت دے دی گئی ہے:

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

"اے ہمارے رب! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری بُرائیوں کو ہم سے دُور فرما اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا۔ اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما وہ سب جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا"۔

یعنی اے اللہ! تیرا وعدہ برحق ہے ہمیں یہ فکر دامن گیر ہے کہ ہم وعدے کے مصداق قرار پاتے ہیں یا نہیں۔

---

(۱) دلائل النبوة للبيهقي، باب من تقدم إسلامه من الصحابة

آیت 195

فَاسْتَجَابَ لَھُمْ رَبُّھُمْ . . . پس قبول کر لیا اُن کے رب نے اُن کی دعا کو۔ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ . . . (اور فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا . . . مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی . . . خواہ وہ مرد ہو یا عورت . . . بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ . . . تم ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو . . . فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا . . . تو جن لوگوں نے ہجرت کی . . . وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ . . . اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے . . . وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ . . . اور ستائے گئے میرے راستے میں . . . وَقٰتَلُوْا . . . اور انہوں نے جنگ کی . . . وَقُتِلُوْا . . . اور قتل کیے گئے . . . لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ . . . میں ضرور ان کے گناہ دُور کر دوں گا . . . وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ . . . اور اُن کو ضرور داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں . . . ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ . . . یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے . . . وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

- اولوالالباب کا شعوری ایمان دعا و مناجات سے آگے بڑھ کر زندگی کا متحرک نظریہ بن جاتا ہے اور وہ حق کی بالادستی کے لیے ہجرت، جہاد، ایثار و قربانی اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نقدِ جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجاتے ہیں۔ ایسے سرفروشوں کی دعا اللہ ضرور قبول فرماتا ہے:

ع افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

- "بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ" کے الفاظ اس بات کا اظہار ہیں کہ مرد کی طرح عورت کا بھی ایک جداگانہ اور آزاد اخلاقی تشخص ہے۔ مرد کو بحیثیت شوہر بیوی پر صرف خاندان کے نظام کو چلانے کے لیے ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔ بحیثیت انسان مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں کے لیے عمل کرنے اور آخرت میں بلند مراتب کے حصول کے یکساں امکانات ہیں۔ ممکن ہے کہ آخرت میں کوئی عورت اپنے اعمالِ صالحہ کی وجہ سے اپنے شوہر سے بلند درجات حاصل کر لے۔

- 'ہجرت' اور گھروں سے اخراج جو بظاہر ہم معنی نظر آتے ہیں یہاں ایک ہی آیت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اِس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہاں لفظ 'ہجرت' اپنے وسیع تر مفہوم میں استعمال

ہوا ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا: اَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ "کون سی ہجرت سب سے افضل ہے اے اللہ کے رسول ﷺ؟" آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْ تَھْجُرَ مَا کَرِہَ رَبُّکَ "تم ہر اس عمل کو چھوڑ دو جو تمھارے رب کو ناپسند ہے"(۱)۔ گویا جب اپنے رب سے جڑنا ہے تو بتدریج ہر اس چیز سے کٹ جاؤ جو رب کو ناپسند ہے، حتیٰ کہ اگر گھر اور وطن کو خیر باد کہنا پڑے تو یہ بھی کر گزرو۔ اس مقام پر مندرجہ ذیل حدیث کا حوالہ بھی مناسب رہے گا:

اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰہُ اَمَرَنِیْ بِھِنَّ بِالْجَمَاعَۃِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَالْھِجْرَۃِ وَالْجِھَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ(۲)

"میں تمھیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو"۔

- اپنے ایمان کا ایثار و قربانی کے ذریعہ عملی ثبوت دینے والوں سے اللہ نے بخشش اور اجر و ثواب کے انتہائی پختہ وعدے (فعل مضارع کے شروع میں ل اور آخر میں نونِ مشدّد لا کر) فرمائے ہیں۔ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ کے الفاظ میں رہنمائی ہے کہ "Never settle for less"، اپنی صلاحیتیں اللہ کے لیے لگاؤ، وہ بہترین قدر دان اور اعلیٰ ترین بدلہ دینے والا ہے۔

---

(۱) سنن النسائی، کتاب الْبَیْعَۃِ، باب ھِجْرَۃُ الْبَادِی، عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو ؓ

(۲) سنن الترمذی، کتاب الْاَمْثَالِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ باب مَا جَاءَ فِیْ مَثَلِ الصَّلَاۃِ وَالصِّیَامِ وَالصَّدَقَۃِ، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِیِّیْنَ، باب حَدِیْثُ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب کتاب العلم ... عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ ؓ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ سوم: سورۃ النور 24 رکوع 5

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ۝٣٥ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيْهَا
اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۙ ۝٣٦ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا
بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ
فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۙ ۝٣٧ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ
فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝٣٨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ
بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ
عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ ۝٣٩ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ
يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ
اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝٤٠

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ سوم سورۃ النور کے پانچویں رکوع پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ النور مکی مدنی سورتوں کے تیسرے گروپ کی واحد مدنی سورۃ ہے جس کا جوڑا ہے چوتھے گروپ کی واحد مدنی سورۃ یعنی سورۃ الاحزاب[33]۔ دونوں سورتوں میں مندرجہ ذیل اعتبارات

سے مطابقت پائی جاتی ہے:

- زمانۂ نزول قریب ہے۔ غزوۂ احزاب کے بعد ۵ھ میں سورۃ الاحزاب[33] نازل ہوئی اور غزوۂ بنی مصطلق کے بعد ۶ھ میں سورۃ النور نازل ہوئی۔
- دونوں سورتوں میں رکوعوں کی تعداد مساوی یعنی 9 ہے۔
- دونوں سورتوں کا پانچواں رکوع 6 آیات (35-40) پر مشتمل اور انتہائی اہم ہے۔
- دونوں سورتوں کی آیت 35 ایمانِ حقیقی کے موضوع پر خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔
- دونوں سورتوں میں ایمانِ حقیقی کے عملی تقاضوں کا بیان ہے۔
- دونوں سورتوں میں سچے مومنوں کے کردار کو واضح کرنے کے لیے منافقین کے کردار کا بیان ہے کیوں کہ تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِاَضْدَادِھَا "اشیاء اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں"۔
- دونوں سورتوں میں منافقین کی طرف سے اٹھائے گئے جنسی بہتانوں (اسکینڈل) کا ذکر ہے۔ سورۃ الاحزاب[33] میں نبی اکرم ﷺ کے خلاف اور سورۃ النور میں حضرت عائشہؓ کے خلاف۔
- دونوں سورتوں میں ستر و حجاب کے احکامات کا بیان ہے۔ سورۃ الاحزاب[33] میں گھر کے باہر کے پردے کا اور سورۃ النور میں گھر کے اندر کے پردے کا ذکر ہے۔

3. **آیات کا تجزیہ:**

آیت 35: ایمانِ حقیقی کے اجزائے ترکیبی کے لیے تمثیل

آیات 36-38: ایمانِ حقیقی کا داخلی مظہر: تعلق مع اللہ

آیت 39: ایمانِ حقیقی سے محروم لیکن ظاہری طور پر نیکیاں کرنے والے کے لیے تمثیل

آیت 40: ایمانِ حقیقی سے محروم اور ظاہری نیکی سے بھی تہی شخص کے لیے تمثیل

4. **قرآن میں تمثیلات اور ان کا فلسفہ:**

سورۃ النور کے پانچویں رکوع میں تین تمثیلات بیان ہوئی ہیں۔ بعض لطیف اور ماورائی حقائق ایسے ہیں جن کو انسان سمجھنے سے قاصر ہے۔ البتہ انسان کی ہدایت کے لیے اِن کا ایک اجمالی تصور دینا ضروری ہوتا ہے۔ اِس اجمالی تصور کے لیے آسمانی کتابوں میں ہمارے مشاہدات میں سے کوئی تمثیل بیان کر دی جاتی ہے۔ تمثیلات کا بیان ویسے تو تمام آسمانی کتابوں کا مشترکہ وصف ہے لیکن انجیل میں نہایت کثرت کے ساتھ اور حد درجہ معنی خیز تمثیلیں بیان ہوئی ہیں۔

آیات پر غور و فکر

آیت 35

اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ... اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے... مَثَلُ نُوۡرِهٖ... اس کے نور کی مثال ایسی ہے... كَمِشۡكٰوةٍ فِيۡهَا مِصۡبَاحٌ... گویا ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے... اَلۡمِصۡبَاحُ فِىۡ زُجَاجَةٍ... چراغ ایک قندیل میں ہے... اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوۡكَبٌ دُرِّىٌّ... قندیل ایسی ہے جیسے کوئی چمکتا ہوا ستارا... يُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيۡتُوۡنَةٍ... وہ (چراغ) جلایا جاتا ہے ایک مبارک درخت (کے تیل) سے یعنی زیتون سے... لَّا شَرۡقِيَّةٍ وَّلَا غَرۡبِيَّةٍ... جو نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف... يَّكَادُ زَيۡتُهَا يُضِىۡٓءُ... اُس کا تیل جلنے کو تیار ہے... وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ... خواہ اُسے آگ نے چھوا بھی نہ ہو... نُوۡرٌ عَلٰى نُوۡرٍ... روشنی پر روشنی ہے... يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ... اللہ اپنے نور کی ہدایت جس کو چاہتا ہے دیتا ہے... وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ... اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے... وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۳۵﴾ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

- اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِهٖ میں "اُس کے نور" کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہاں ذاتِ باری تعالیٰ کی نہیں بلکہ اس پر ایمان کی تمثیل بیان کی جا رہی ہے۔ جس طرح مادّی نور ظاہری اشیاء کے ظہور کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح ایمان ایک باطنی نور ہے جس سے اشیاء کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ مسنون دعا ہے:

أَرِنَا الأَشيَاءَ كَمَا هِيَ[1]

"(اے اللہ!) ہمیں اشیاء کی حقیقت دکھا جیسی کہ وہ ہے"۔

ع اے اہلِ نظر، ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

(1) تفسیر رازی، سورۃ الفاتحۃ، آیت 7

جس شخص کا اللہ پر ایمان نہیں اس کے لیے یہ کائنات عالمِ ظلمات ہے۔ اُسے اِس کائنات کی ابتداء کی خبر ہو گی نہ انتہا کی، نہ اپنے مقصدِ تخلیق علم ہو گا نہ مقصدِ کائنات کا، اُسے حقیقی خیر کا اندازہ ہو گا نہ شر کا، زندگی کے گوناں گوں مسائل میں کوئی رہنمائی دینے والا نہ ہو گا اور وہ گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے گا۔ مصائب اور پریشانیوں میں وہ خود کو تنہا و بے مدد گار پائے گا۔ گویا اس کے لیے یہ کائنات اندھیر نگری اور چوپٹ راج ہے۔

- حضرت عبداللہ بن عباسؓ، جنہیں نبی اکرم ﷺ نے حَبْرُ الْاُمَّةِ (امت کے عالم) کا خطاب دیا، نے مَثَلُ نُوْرِهٖ کے بعد فِي قَلْبِ الْمُؤْمِنِ (مومن کے دل میں) کے الفاظ محذوف مانے ہیں۔ گویا اس آیت میں بندۂ مومن کے دل میں نورِ ایمان کی موجودگی کی تمثیل بیان کی گئی ہے۔ نورِ ایمان سے معمور دل وہ آنکھیں رکھتا ہے جو اشیاء کی حقیقت کو دیکھ سکتی ہیں۔ اِسی لیے سورۃ الحج[22] آیت 46 میں نورِ ایمان سے محروم لوگوں کے لیے بیان کیا گیا:

لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾

"آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

ع دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

- آیت نمبر 35 میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت درج ذیل ہے:
  - طاق — انسان کا سینہ
  - مصباح (چراغ) — نورِ ایمان
  - قندیل — انسان کا قلب
  - روغنِ زیتون — فطرتِ انسانی
  - آگ — نورِ وحی

- اس آیت میں بندۂ مومن کے دل کو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند قندیل سے تمثیل دی گئی ہے۔ اِس حوالے سے اقبالؔ نے کیا خوب کہا ہے:

ع آزاد کی دولت دلِ روشن نفسِ گرم
محکوم کا سرمایہ فقط دیدۂ نمناک

قرآنِ حکیم میں اس مقام پر دلِ زندہ کو زجاج سے اور سورۃ البقرۃ[2] آیت 74 میں دلِ سخت کو پتھر سے تمثیل دی گئی ہے:

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ فَهِیَ کَالۡحِجَارَۃِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَۃً

"پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت"۔

اقبالؔ نے اِس حقیقت کو بہت خوب بیان کیا ہے:

ع جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

- ایسے درخت کے روغن میں جل اٹھنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے جو کسی باغ کے نہ شرقی حصہ میں ہو نہ غربی حصہ میں بلکہ وسط میں ہو اور پورا دن سورج سے تمازت حاصل کرتا رہے۔ اِسی طرح شرقی و غربی کا تعصب انسان کی فطرت کو آلودہ کر دیتا ہے اور حق کی قبولیت میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بقول اقبالؔ:

ع درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلّی نہ صفاہاں نہ سمرقند

- حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ وَ يُنَصِّرَانِهِ وَ يُمَجِّسَانِهِ(۱)

"ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اُس کے والدین ہیں جو اُسے یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں"۔

انسان کی فطرت اگر سلامت ہو تو انسان کا دل بیدار ہوتا ہے اور نورِ وحی سے اُسی طرح جگمگا اٹھتا ہے جیسے صاف و شفاف تیل محض آگ کے قریب آنے سے جل اٹھتا ہے۔

اگر فطرت تکبر، تعصب، حسد، دنیوی مفادات یا گناہوں کی وجہ سے آلودہ ہو تو دل زنگ آلود ہو جاتا ہے:

كَلَّا بَلۡ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ (المطفّفین 83:14)

"ہرگز نہیں! بلکہ اُن کے دلوں پر زنگ آ گیا ہے اُن کے گناہ کرنے کی وجہ سے"۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْجَنَائِزِ، بَاب مَا قِيلَ فِي أَوْلَادِ الْمُشْرِكِينَ، صحیح مسلم، کتاب الْقَدَرِ، بَاب مَعْنَى كُلِّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ

دل پر سے زنگ ہٹانے کے لیے محنت درکار ہوتی ہے جیسے عام تیل کو جلانے کے لیے جتن کرنے پڑتے ہیں یاواسطہ مہیا کرنا ہوتا ہے۔ دلوں کے زنگ کو اتارنے کے حوالے سے ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَاءُ كَمَا يَصْدَءُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ مَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (۱)

"بے شک دل بھی زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا جب اُس پر پانی پڑتا ہے۔ پوچھا گیا دلوں کے زنگ کو اتارنے کا عمل کیا ہے؟ فرمایا! کثرت سے موت کو یاد کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا"۔

سورۃ قٓ[50] آیت 37 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَ هُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

"بے شک اِس (قرآن) میں نصیحت ہے اُس کے لیے جس کے پاس دل ہو یا وہ (اِسے) پوری توجہ کے ساتھ سنے"۔

گویا قرآن سے نصیحت کے حصول کے لیے دلِ زندہ ضروری ہے یا پھر توجہ سے قرآن سن کر دل کی آلودگی صاف کرنی پڑے گی۔ بقول شاعر ؎

ع مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ تو نہ مر جائے
زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

- جن کی فطرت پر تکبر، تعصب، حسد، مفادات وغیرہ کے پردے پڑ چکے ہوں ان کے لیے ایک تمثیل سورۃ البقرۃ[2] آیات 17-18 میں بیان کی گئی ہے:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

"ان کی مثال اس طرح ہے جیسے کسی نے (تاریک شب میں) آگ جلائی جب آگ نے اس کے ارد گرد کی چیزیں روشن کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بینائی زائل کر دی اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے ہیں گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے"۔

---

(۱) شعب الإیمان للبیہقی، فصل فی إدمان تلاوۃ القرآن، عن ابن عمرؓ

- سورۃ النور کی آیت 35 میں نورِ ایمان کو دو اجزاء کا مرکب قرار دیا گیا ہے:

نورِ ایمان = نورِ فطرت + نورِ وحی (نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ)

انبیاء کرامؑ اور صدیقین کا نورِ فطرت بالکل سلامت ہوتا ہے اور نورِ وحی کے ذریعہ اُن کے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے۔ اِس حقیقت کو سمجھ لینے سے قرآنِ حکیم کے ایک نازک مقام کا فہم حاصل ہو جاتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے فرمایا گیا:

مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ وَلٰـكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهۡدِىۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۙ﴿۵۲﴾

(الشوریٰ 42: 52)

"اے نبی ﷺ! آپ نہ تو کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس (قرآن) کو نُور بنایا ہے کہ اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور بیشک اے نبی ﷺ اب آپ سیدھا رستہ دکھا رہے ہیں"۔

اِسی طرح صدیقین یعنی ایسے لوگ جو غور و فکر کر کے بعض حقائق تک رسائی حاصل کر چکے ہوں، اِن کا ایمان بھی نورِ وحی سے مکمل ہو جاتا ہے۔ اِن کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ ﴿۱۳﴾ (الشوریٰ 42: 13)

"اور جو اس (اللہ) کی طرف رجوع کرے (تو اللہ) اسے اپنی طرف ہدایت دیتا ہے"۔

صدیقین کے حوالے سے حضرت سلمان فارسیؓ کی مثال بڑی ایمان افروز ہے۔

- آیت کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ تمثیلات کی ضرورت انسانوں کو ہے۔ اللہ ہر شے کا ایسا علم رکھتا ہے جیسی کہ وہ ہے۔

آیات 36-37

فِىۡ بُيُوۡتٍ ... ان گھروں میں ... اَذِنَ اللّٰهُ اَنۡ تُرۡفَعَ ... جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ بلند کیے جائیں ... وَيُذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ ... اور وہاں اُس کے نام کا ذکر کیا جائے ... يُسَبِّحُ لَهٗ فِيۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ ۙ﴿۳۶﴾ اُن میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ... ایسے لوگ جنہیں ان کی تجارت اور لین دین

غافل نہیں کرتے اللہ کے ذکر سے ...وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ ... اور نماز قائم کرنے سے ...وَ اِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ ... اور زکوۃ دینے سے ...یَخَافُوْنَ یَوْمًا...وہ اُس دن سے ڈرتے ہیں...تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ جب اُلٹ دیئے جائیں گے دل اور آنکھیں۔

- امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ بُیُوْتٍ کی وضاحت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اِن الفاظ میں بیان فرمائی:

اِنَّهَا الْمَسَاجِدُ الْمَخْصُوْصَةُ لِلّٰهِ تَعَالٰی بِالْعِبَادَةِ وَ اِنَّهَا تُضِیْءُ لِاَهْلِ السَّمَاءِ کَمَا تُضِیْءُ النُّجُوْمُ لِاَهْلِ الْاَرْضِ

"یہ مسجدیں اللہ کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں اور وہ آسمان والوں کو اُسی طرح چمکتی نظر آتی ہیں جیسے زمین والوں کو ستارے چمکتے نظر آتے ہیں"۔

- مساجد کے حوالے سے لیے قرآنِ حکیم میں مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں:
  - مساجد کو بلند کیا جائے یعنی پوری بستی میں اللہ کا گھر باقی گھروں کے مقابلہ میں نمایاں ہونا چاہیے۔
  - مساجد کی تعظیم کی جائے۔
  - مساجد میں شور یا جھگڑا وغیرہ نہ کیا جائے۔
  - مساجد میں ایسی غذا کھا کر نہ آیا جائے جس سے منہ میں ناگوار بُو پیدا ہوتی ہو۔
  - مساجد میں اللہ کا ذکر کیا جائے۔
  - مساجد میں کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ (الجن[72]:18)

"اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو"۔

  - مساجد کو پاک وصاف رکھا جائے۔

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾ (البقرۃ[2]:125)

"اور ہم نے عہد لیا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے کہ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں، رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو"۔

سورۃ النور کی ان آیات میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ یعنی اللہ سے خصوصی تعلق کے مظاہر بیان کیے گئے ہیں۔ ان مظاہر میں مساجد سے محبت، تسبیح و ذکرِ باری تعالیٰ، اِنابت الی اللہ اور آخرت میں جواب دہی کے خوف کا شدت سے احساس شامل ہیں۔ حسن بصریؒ کا قول ہے کہ "مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بھی بے فکر رہتا ہے"۔

- مساجد کو آباد رکھنے والوں کے ایمان کی گواہی خود اللہ نے قرآنِ حکیم میں دی ہے:

اِنَّمَا يَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ (التوبۃ 9:18)

"اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں"۔

ایک حدیثِ مبارکہ میں اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر آیا ہے جن میں مساجد سے محبت کرنے والے بھی شامل ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِيْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ أَخْفٰى حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ (1)

"حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اُس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا: عدل کرنے والا حکمران، وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں زندگی گزار رہا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ وہ دو آدمی جو اللہ کی رضا کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اِسی کی وجہ سے باہم جمع ہوتے ہیں اور اِسی پر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ وہ آدمی، جس کو منصب و جمال والی عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ اِس کے جواب میں کہہ دے، میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ وہ آدمی، جس نے اِس طرح خفیہ صدقہ کیا کہ اِس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ علم نہیں ہوا کہ اُس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ وہ آدمی، جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے"۔

---

(1) صحیح البخاری، کتاب الْأَذَانِ، بَاب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ، صحیح مسلم، کتاب الزَّكَاةِ، بَاب فَضْلِ إِخْفَاءِ الصَّدَقَةِ

- آیت 37 میں تجارت اور بیع کے الفاظ آئے ہیں۔ تجارت سے مراد کاروبار اور بیع سے مراد وقتی سودا ہے۔ ذکر سے مراد احکاماتِ الٰہی کی بجا آوری ہے۔ گویا اللہ کے محبوب بندے گوشہ نشین، تارک الدنیا زاہد یا راہب نہیں ہوتے بلکہ رزقِ حلال کمانے کے لیے محنت کرنے والے اور اِس دوران احکاماتِ شریعت کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں۔
- سورۃ النور کی زیرِ مطالعہ آیات میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے داخلی رخ کو بیان کیا گیا۔ سورۃ آلِ عمران[3] آیت 195 میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے خارجی رخ کو بیان کیا گیاہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾

"(اللہ نے فرمایا) میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت تم ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے میرے راستے میں اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کیے گئے میں ضرور ان کے گناہ دُور کردوں گا اور اُن کو ضرور داخل کروں گا اُن باغات میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں یہ بدلہ ہے اللہ کے پاس سے اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے"۔

گویا بندۂ مومن کی سیرت و کردار کا خارجی رخ یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے قربانیاں دے رہا ہوتا ہے یعنی صبر، ہجرت، جہاد اور قتال کے مراحل طے کر رہا ہوتا ہے۔ بندۂ مومن کی شخصیت کے یہ دونوں پہلو صحابہ کرام کے سیرت و کردار میں بہت نمایاں تھے۔ اِس حقیقت کی گواہی جنگِ قادسیہ میں ایک ایرانی جاسوس نے اِن الفاظ میں دی کہ هُمْ رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ وَ فُرْسَانٌ بِالنَّهَارِ[1] "وہ رات کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار"۔

(1) الكامل في التاريخ، كتاب ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، باب ذكر وفاة أبي بكر، البداية والنهاية - (7 / 62)

سورۃ الانفال[8] کی آیات 2-4 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے باطنی پہلو اور آیت 74 میں بندۂ مومن کی شخصیت کے خارجی پہلو کو بڑے مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٢﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٣﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ (الانفال[8]:2-4)

"مومن تو بس وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اُن پر اُس (اللہ) کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ (اور) وہ نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی سچے مومن ہیں اور ان کے لیے اللہ کے ہاں (بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ (الانفال[8]:74)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جنگ کی اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور اُن کی مدد کی یہی سچے مومن ہیں، اُن کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے"۔

آیت 38

لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا... تاکہ اللہ اُن کو ان کے اعمال کا اچھا بدلہ دے... وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ... اور اپنے فضل سے، زیادہ بھی عطا کرے... وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

- احسن کے دو مفہوم ہیں بہترین بدلہ یا انسان کے بہترین عمل کی مناسبت سے بدلہ۔
- اجر یا جزا سے مراد وہ بدلہ ہے جو انسان کو اس کے اعمال کی وجہ سے ایک حساب کے مطابق دیا جائے گا۔ فضل اللہ کی خاص دین و عنایت ہے جو بے حساب اور بغیر کسی استحقاق کے بندوں کو عطا کیا جائے گا۔ اِس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی شخص سے ایک کام کی اجرت دو سو

روپے طے ہوئی۔ اُس نے کام وقت پر اور بہت عمدگی سے کیا تو اُسے آپ نے تین سو روپے دے دیئے۔ اِن تین سو روپے میں سے دو سو روپے اجر ہے اور ایک سو روپے فضل۔

آیات 39

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ... اور جن لوگوں نے کفر کیا ... اَعْمَالُهُمْ ... اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے ... كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ ... جیسے کسی چٹیل میدان میں سراب ... يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ... شدید پیاسا اُسے پانی سمجھے ... حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ ... یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے ... لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا ... تو اُسے کچھ بھی نہ پائے ... وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ ... اور اللہ کو پائے اُس کے پاس ... فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ... تو وہ اُسے اس کا حساب چُکا دے ... وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔

- اس آیت میں ایسے اعمال کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے جو کوئی شخص حالتِ کفر میں یا اخلاص کے بغیر کرتا ہے۔ آیت میں بیان شدہ تمثیل کی اصل سے مطابقت اس طرح سے ہے:
  - ظَمْاٰنُ (انتہائی پیاسا) نورِ ایمان سے محروم انسان
  - چٹیل میدان — میدانِ حشر
  - سراب (دکھاوے کا نور) — خلوص سے تہی اعمال
  - پانی — اعمال کا اچھا بدلہ
- اس طرح کے اعمال کے لیے تماثیل سورۃ ابراھیم[14] آیت 18 اور سورۃ الفرقان[25] آیت 23 میں بھی بیان کی گئی ہیں:

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ

(ابراھیم[14]:18)

"جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ تیز آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے (اور) اُسے اڑا لے جائے"۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ (الفرقان[25]:23)

"اور جو انہوں نے عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف بڑھیں گے اور انہیں (ٹھوکر مار کر)

کر دیں گے اڑ تا ہوا غبار"۔

کسی مسلمان کے عمل میں اخلاص کا نہ ہونا در اصل ایمانِ حقیقی سے محرومی کی علامت ہے۔

سورۃالنساء[4] آیت 38 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾ (النساء[4]:38)

"اور جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے کے لیے وہ در حقیقت ایمان نہیں رکھتے اللہ پر اور نہ ہی روزِ آخرت پر (ایسے لوگوں کا ساتھی شیطان ہے) اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ بُرا ساتھی ہے"۔

- وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ کی انتہائی مناسب وضاحت اِس حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ روزِ قیامت سب سے پہلے تین ریاکار اشخاص یعنی ایک شہید، ایک عالمِ دین اور ایک صدقہ کرنے والے کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اُن کے اعمال میں خلوص نہ ہونے کی وجہ سے اُنہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا(۱)۔

آیت 39

اَوْ كَظُلُمٰتٍ... یا اندھیروں کی طرح... فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ... کسی گہرے سمندر میں... يَّغْشٰهُ مَوْجٌ... جس پر چڑھی آتی ہو موج... مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ... اُس کے اُوپر ایک اور موج... مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ... اُس کے اُوپر ہو بادل... ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ... اندھیروں پر اندھیرے ہیں... اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ... یہاں تک کہ جب وہ اپنا ہاتھ نکالے... لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا... تو اُسے بھی نہ دیکھ سکے... وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا... اور جس کو اللہ روشنی نہ دے... فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿٤٠﴾ اُس کے لیے کوئی روشنی نہیں۔

- اس آیت میں ایسے کردار کے لیے تمثیل ہے جو ایمان اور عمل دونوں سے محروم ہے۔ اندھیرے پر اندھیرے سے مراد ہے نہ نورِ ایمان ہے اور نہ ہی نورِ عمل۔

---

(۱) ملاحظہ ہو ریاکار شہید، عالمِ دین اور انفاق کرنے والے کا آخرت میں انجام (منتخب نصاب حصہ اوّل–نکات برائے درس و تدریس صفحہ 68)

- اِس آیت میں گھمبیر تاریکی کے لیے تمثیل بیان کی گئی ہے۔ ایسی تاریکی جو سمندر کی گہرائی میں اُس وقت ہے جب کہ موج پر موج چڑھی آتی ہے اور آسمان پر بھی بادل ہیں تاکہ سورج یا چاند اور ستاروں کی چمک کے آنے کا بھی کوئی امکان نہ ہو۔ اِس طرح کی تمثیل کوئی ایسا شخص بیان کر سکتا ہے جسے بحری اسفار کا وسیع تجربہ ہو۔ کسی مستند روایت سے ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کسی بحری سفر پر گئے، لہٰذا آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس تمثیل کا بیان، قرآنِ حکیم کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے کا ثبوت ہے۔
- آیت کے آخر میں فرمایا "اور جس کو اللہ نور نہ دے اُس کے لیے کوئی نور نہیں"۔ اللہ ہمیں اس محرومی سے محفوظ فرمائے (آمین!)۔ آیئے اللہ سے مسنون دعائیں مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِّنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَن یَّمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِّنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِّنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَاَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا [1]

"اے اللہ! پیدا فرمادے نور میرے دل میں اور نور میری قبر میں نور میرے سامنے اور نور میرے پیچھے اور نور میرے دائیں طرف اور نور میرے بائیں طرف اور نور میرے اوپر اور نور میرے نیچے اور نور میرے کانوں میں اور نور میری آنکھوں میں اور نور میرے بالوں میں اور نور میری کھال میں اور نور میرے گوشت میں اور نور میرے خون میں اور نور میری ہڈیوں میں۔ اے اللہ! میرے لیے بڑھادے نور اور مجھے عطا فرما نور اور بنادے میرے لیے نور ہی نور"۔

اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِیْمَانِ

"اے اللہ ہمارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرما"۔ آمین!

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ مَا يَقُولُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ إِلَى الصَّلَاةِ، عن ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ چہارم: سورۃ التغابن [64]

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ چہارم سورۃ التغابن پر مشتمل ہے۔
2. سورۃ التغابن مکی - مدنی سورتوں کے چھٹے گروپ کی دس مدنی سورتوں میں شامل ہے۔ ان سورتوں میں حسبِ ذیل خصوصیات ہیں:
   - خطاب براہِ راست مسلمانوں سے ہے۔ کفار کا ذکر ہے بھی تو بطورِ عبرت۔
   - جھنجھوڑنے کا انداز بہت نمایاں ہے۔
   - اِن سورتوں میں اہم مضامینِ قرآن کے خلاصے بیان کیے گئے ہیں۔
3. اِس درس کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ سورۃ التغابن ایمانِ حقیقی اور اِس کے ثمرات کے موضوع پر قرآنِ حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔
4. نظمِ قرآن کے اعتبار سے سورۃ التغابن ایک شاہکار سورۃ ہے۔ نظمِ قرآن سے مراد یہ ہے کہ قرآنِ حکیم کی ہر سورۃ کا ایک خاص موضوع ہوتا ہے جو اِس سورۃ کا عمود کہلاتا ہے اور سورۃ کی ہر آیت عمود سے معنوی ربط رکھتی ہے۔ آیات کے تجزیہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سورۃ التغابن میں یہ اسلوب بہت نمایاں ہے:

رکوعِ اوّل (10 آیات)	7 آیات - وضاحتِ ایمان
	3 آیات - دعوتِ ایمان
رکوعِ دوم (8 آیات)	5 آیات - ایمان کے ثمرات و تقاضے
	3 آیات - ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

5. سورۃ التغابن سورۃ المنافقون [63] کا جوڑا ہے۔ سورۃ المنافقون [63] کا موضوع ہے حقیقتِ نفاق جبکہ سورۃ التغابن کا موضوع ہے حقیقتِ ایمان۔ نفاق در حقیقت کفرِ حقیقی ہے جو ایمانِ حقیقی کی ضد ہے۔

آیات پر غور و فکر

رکوع اوّل

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ۝١ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ
۝٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝٣
يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُوْرِ ۝٤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۝٥ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَ
تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝٦ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى
وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝٧ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٨ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ
الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ
يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ وَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ
۝١٠ ع

آیات کا تجزیہ:

- آیات 1-4: ایمان باللہ
- آیات 5-6: ایمان بالرسالت
- آیت 7: ایمان بالآخرت
- آیت 8: ایمان کی دعوت
- آیت 9: دعوتِ ایمان قبول کرنے والوں کے لیے انعامات

- آیت 10: دعوتِ ایمان قبول نہ کرنے والوں کا انجام

آیت 1

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ... اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور کرے گی ہر وہ شے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ شے جو چیز زمین میں ہے... لَهُ الْمُلْكُ... اُسی کی ہے بادشاہی... وَلَهُ الْحَمْدُ... اور اُسی کے لیے ہے کل شکر... وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

- سَبَّحَ - يُسَبِّحُ کے لغوی معنی ہیں تیرانا یعنی کسی شے کو اس کے اصل مقام پر برقرار رکھنا اور اصطلاحی معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ تسبیحِ باری تعالیٰ سے مراد اِس حقیقت کو بیان کرنا ہے کہ اللہ ہر کمی، ہر عیب، ہر نقص، ہر احتیاج اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔

- لفظ 'مَا' کے استعمال سے "کل مکان" (*Space*) کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ان مدنی سورتوں میں تین بار ماضی کا صیغہ سَبَّحَ (سورۃ الحدید[57]، سورۃ الحشر[59]، سورۃ الصّف[61] کے آغاز میں) اور تین ہی بار مضارع کا صیغہ يُسَبِّحُ (سورۃ الجمعۃ[62] و سورۃ التغابن[64] کے آغاز اور سورۃ الحشر[59] کے آخر میں) استعمال کرکے "کل زمان" (*Time*) کا احاطہ کیا گیا ہے۔

- کائنات کی ہر شے زبانِ حال سے اپنے خالق کی صناعی اور کمالِ تخلیق کا اعلان تو کر ہی رہی ہے لیکن اسے اللہ نے قوتِ گویائی بھی دی ہے جس سے وہ تسبیحِ قولی بھی کر رہی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل[17]: 44)

"ساتوں آسمان اور زمین اور جو مخلوقات ان میں ہیں سب اُسی کی تسبیح کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اُس کے شکر کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے"۔

يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ (الرعد[13]: 13)

"آسمانی بجلیاں اور فرشتے سب اُس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں"۔

اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿١٩﴾ (صٓ[38]: 18-19)

"ہم نے پہاڑوں کو ان (یعنی حضرت داؤدؑ) کے زیرِ فرمان کر دیا تھا کہ صبح وشام اُن کے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور پرندوں کو بھی جمع کر کے۔ وہ سب کے سب حضرت داؤدؑ کے فرمانبر دار تھے"۔

- لَهُ الْمُلْكُ مراد ہے کہ کائنات میں کل اختیار کا حق اللہ کا ہے اور بالفعل بھی اُسی کے پاس ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ (بنی اسرائیل[17]: 111)

"اور اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے"۔

وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا (آلِ عمران[3]: 83)

"آسمان وزمین میں ہر شے خوشی سے یا مجبوراً اُسی کی فرمانبر دار ہے"۔

ہمارے پاس جو معمولی اور عارضی اختیار ہے وہ اللہ ہی کا عطا کردہ ہے۔ ہمیں حکم ہے کہ اس اختیار کو بھی اس کی مرضی کے تابع کر دیں۔ یہ ہی توحیدِ عملی ہے۔

- حمد = شکر + ثناء (کسی محسن کی ایسی تعریف جس میں شکر کے جذبات بھی شامل ہوں)
- حدیثِ نبوی ﷺ ہے: اَلتَّسْبِيْحُ نِصْفُ الْمِيْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ يَمْلَؤُهٗ[1]

"کلمہ سُبْحَانَ اللهِ (معرفت الٰہی کے بیان کے) میزان کو آدھا بھرتا ہے اور کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اُسے پُر کر دیتا ہے"۔

- عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ میں لفظ "کُل" ہمارے لیے پناہ ہے۔ ہم اللہ کی ذات کا ادراک تو کر ہی نہیں سکتے لیکن اس کی صفات کی بھی اصل کیفیت (Quality) اور کمیت (Quantity) ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔ یہ الفاظ خاص طور پر اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تمام انسانوں کو اُن کی موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے خواہ اُن کی ہڈیاں کتنی ہی بوسیدہ کیوں نہ ہو گئی ہوں۔

آیت 2

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ... وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا... فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِيْ عَقْدِ التَّسْبِيْحِ بِالْيَدِ، عن ابن عمروؓ

. . . پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن . . . وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲﴾ اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کررہے ہو۔

خالق سب کا وہی ہے لیکن کچھ مانتے ہیں کچھ نہیں۔ چونکہ اِن سورتوں میں خطاب مسلمانوں سے ہے لہٰذا 'مِنْكُمْ' سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں کافر سے مراد منافق ہے۔ "اللہ دیکھنے والا ہے" کے الفاظ ماننے والوں کے لیے دلجوئی اور ہمت افزائی کا باعث ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے تنبیہ کا اظہار ہیں۔ گویا اِن الفاظ میں اُخروی جزا و سزا کی طرف اشارہ ہے۔

آیت 3

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ . . . اور اُسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا با مقصد . . . وَصَوَّرَكُمْ . . . اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں . . . فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ . . . اور کیا ہی عمدہ بنایا تمہاری صورتوں کو . . . وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اِس آیت میں "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا" (آل عمران3: 191) کا بیان مثبت انداز میں ہے۔ خاص طور پر انسان کی تخلیق کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ بلاشبہ انسان تخلیق کے سب سے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ (بنی اسرائیل17: 70)

"اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ہم اُن کو بحر و بر میں اٹھائے پھرتے ہیں اور ہم نے اُن کو پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی"۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴿۴﴾ (التین95: 4)

"اور ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا"۔

انسان کے خاکی وجود کا ہر حصّہ تخلیقِ باری تعالیٰ کا شاہکار ہے لیکن انسان کی اصل عظمت اُس کا روحانی وجود ہے جس کی وجہ سے اُسے مسجودِ ملائک ہونے کا اعزاز حاصل ہوا:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿71﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿72﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿73﴾

(صٓ[38]:71-73)

"جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔ جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ تو سجدہ کیا سب کے سب فرشتوں نے"۔

پھر کائنات کی ہر تخلیق بامقصد ہے تو اشرف المخلوقات انسان کو بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿115﴾

(المؤمنون[23]:115)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿36﴾ (القیٰمۃ[75]:36)

"کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟"

انسان کا مقصدِ تخلیق ہے اللہ کی عبادت:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿56﴾ (الذّٰریٰت[51]:56)

"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں"۔

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ اس حوالے سے روزِ قیامت انسان سے باز پرس ہوگی۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

فَإِنَّكُمْ خُلِقْتُمْ لِلْآخِرَةِ وَالدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ (۱)

"پس بلاشبہ تم بنائے گئے ہو آخرت کے لیے اور دنیا بنائی گئی ہے تمہارے لیے"۔

آیت 4

(۱) شعب الإيمان للبيهقي، كتاب التاسع والثلاثون من شعب الإيمان، فصل فيما يقول العاطس في جواب التشميت، 10185

يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے...

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ... اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو...

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور اللہ واقف ہے اُن رازوں سے جو سینوں میں ہیں۔

- اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے بیان پر یہ قرآنِ حکیم کی جامع ترین آیت ہے۔ یہاں تین سطحوں پر اللہ کی صفت علم کا بیان ہوا ہے:

1. اللہ کو کائنات کی ہر شے کا علم ہے:

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الانعام[6]:59)

"اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ بحر وبر میں ہے، وہ سب کا علم رکھتا ہے، اور (درخت سے) کوئی پتہ نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اُسے جانتا ہے، اور زمین کی تاریکیوں (کے پردوں) میں کوئی دانہ نہیں اور نہ کوئی خشک وتر (چیز) ہے مگر (یہ کہ سب) ایک کتاب میں (درج) ہیں"۔

2. اللہ جانتا ہے ہر اس بات کو جسے انسان شعوری نیت وارادے سے ظاہر کرتا ہے یا پوشیدہ رکھتا ہے۔

3. اللہ اُن باتوں کو بھی جانتا ہے جو ابھی انسان کے تحت الشعور (Sub-conscious) میں ہیں۔

- اللہ کی اِس صفت کے اعتبار سے کہ وہ ظاہر وپوشیدہ ہر شے کا جاننے والا ہے، سورۃ البقرۃ[2] کی آیت 284 اور سورۃ الرعد[13] کی آیات 8-10 بھی بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (البقرۃ[2]:284)

"جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اُس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ (الرعد[13]:8-10)

"اللہ ہی اُس بچے سے واقف ہے جو ہر مؤنث کے رحم میں ہوتا ہے اور رحم کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر شے اپنی مقدار کے ساتھ اُس کے علم میں ہے۔ وہ ہر مخفی و ظاہر شے کا جاننے والا، سب سے بڑا اور عالی رتبہ ہے۔ (اُس کے نزدیک) برابر ہے کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن میں کھلم کھلا چلے پھرے"۔

- ایمان بالآخرت کے حوالے سے شیطان یہ مغالطہ پیدا کرتا ہے کہ کیسے ممکن ہے کہ ہر انسان کا ہر عمل محفوظ کیا جا رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کا اس طور سے بیان دراصل اِسی مغالطہ کا ازالہ ہے۔

آیت 5

<u>اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ... کیا نہیں آگئی تم تک خبر اُن لوگوں کی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا ... فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ... تو اُنہوں نے اپنے کیے کی سزا کا مزہ چکھ لیا ... وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٥ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔</u>

- انبیاء و مرسلین کے واقعات قرآنِ حکیم میں دو اسالیب سے بیان ہوئے ہیں:
  1. **قصص النبین:** انبیاء کے ذاتی حالات و محاسن کا بیان (جیسے حضرت یوسف ؑ کا قصہ)
  2. **انباء الرسل:** رسولوں کی اپنی قوموں کے ساتھ کشمکش کا بیان

اِس آیت میں انباء الرسل کا ذکر ہے جن کی تفاصیل سورۃ الاعراف [7]، سورۃ ھود [11] اور سورۃ الشعراء [26] میں بیان ہوئی ہیں۔

- الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا سے مراد قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ، قومِ لوطؑ، قومِ شعیبؑ اور آلِ فرعون ہیں۔ اوّل الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ سے قبل اور مؤخر الذکر تین اقوام حضرت ابراہیمؑ کے بعد گزری ہیں۔
- فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ میں وبال سے مراد وہ عذاب ہیں جو مختلف اقوام پر دنیا ہی میں آئے یعنی قومِ نوحؑ پر طوفان، قومِ ہودؑ پر تیز آندھی، قومِ صالحؑ اور قومِ شعیبؑ پر زلزلہ، قومِ لوطؑ پر پتھروں کی بارش اور آلِ فرعون کا دریا میں غرق ہونا۔ سورۃ العنکبوت[29] آیت 40 میں عذاب کی ان تمام صورتوں کا ذکر ہے:

فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ(العنکبوت[29]:40)

"تو ہم نے سب کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا، اُن میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی اور کچھ ایسے تھے جن کو چنگھاڑ نے آپکڑااور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا اور اللہ ایسا نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے"۔

- فَذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِهِمۡ میں امر سے مراد وہ گناہ ہیں جن میں مختلف اقوام مبتلا رہیں۔ شرک کا گناہ تو متذکرہ بالا تمام اقوام ہی نے کیا۔ اضافی طور پر قومِ لوطؑ نے ہم جنس پرستی، قومِ شعیبؑ نے ناپ تول میں کمی اور رہزنی اور آلِ فرعون نے بنی اسرائیل پر سیاسی جبر کے جرائم کا ارتکاب کیا۔
- عَذَابٌ اَلِيۡمٌ سے آخرت کی سزا مراد ہے۔

آیت 6

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ... یہ اس لیے ہوا کہ اُن کے پاس اُن کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے ... فَقَالُوۡۤا ... تو انہوں نے کہا ... اَبَشَرٌ يَّهۡدُوۡنَنَا ... کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے ... فَكَفَرُوۡا ... پھر انہوں نے انکار کیا ... وَتَوَلَّوۡا ... اور منہ پھیر

لیا۔۔۔ وَّ اسْتَغْنَى اللّٰهُ۔۔۔ اور اللہ بھی بے نیاز ہوا۔۔۔ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۶﴾ اور اللہ کسی کا محتاج نہیں اور بذاتِ خود محمود ہے۔

- رسالت کے حوالے سے ایک گمراہی بہت قدیم رہی ہے یعنی کسی انسان میں رسالت و بشریت کو ایک ساتھ قبول نہ کرنا۔ اس کی دو صورتیں رہیں:

1. جنہوں نے رسول کو بحیثیت بشر دیکھا، انہوں نے انہیں رسول ماننے سے انکار کر دیا۔ قرآن میں کئی مقامات پر اس کا ذکر ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل 17:94)

"اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو اُن کو ایمان لانے سے اِس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے ایک آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟"

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ (المؤمنون 23:24)

"تو اُن کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہے تم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، ہم نے اپنے پچھلے باپ دادا میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی تھی"۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ (المؤمنون 23:33-34)

"تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے اور آخرت کے آنے کو جھوٹ سمجھتے تھے اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی، کہنے لگے کہ یہ تو تمہارے جیسا آدمی ہے، جس قسم کا کھانا تم کھاتے ہو اُسی طرح کا یہ بھی کھاتا ہے اور پانی جو تم پیتے ہو اُسی قسم کا یہ بھی پیتا ہے۔ اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کا کہا مان لیا تو گھاٹے میں پڑ گئے"۔

2. جنہوں نے رسول مان لیا انہوں نے رسول کی بشریت سے انکار کیا۔ یہود نے حضرت عزیرؑ کو اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبة[9]:30)

"اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں"۔

دونوں صورتوں کا نتیجہ رسول کی اطاعت و اتباع سے فرار کی صورت میں نکلا۔

- رسالت کے بارے میں قرآنِ حکیم کی رہنمائی:
  - تمام رسول انسان تھے لیکن اللہ کے چنے ہوئے خاص بندے تھے:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (ابراھیم[14]:11)

"رسولوں نے اُن سے کہا کہ ہاں ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت کا) احسان کرتا ہے"۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (الکھف[18]:110)

"(اے نبی ﷺ) فرمادیجئے کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے"۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ (الانبیاء[21]:7)

"اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے، اگر تم لوگ نہیں جانتے تو جو یاد رکھتے ہیں اُن سے پوچھ لو"۔

  - رسول انسان اس لیے تھے کہ وہ انسانوں کے لیے نمونہ تھے:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ (بنی اسرائیل[17]:95)

"(اے نبی ﷺ) فرمادیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے (کہ اس میں) چلتے پھرتے (اور) آرام کرتے (یعنی بستے) تو ہم اُن کے پاس فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے"۔

- رسول اس معنی میں معصوم اور اللہ کی حفاظت میں تھے کہ ان کی خطائیں جانبِ خیر تھیں اور اللہ فوراً متوجہ فرما کر اصلاح کر دیتا تھا۔

- وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کو کسی کی احتیاج نہیں۔ کوئی اسے مان لے تو اس کی بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور کوئی انکار کر دے تو اس کی جلالتِ شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

آیت 7

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا... خوش فہمی ہے اُن لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا... اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا... کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے... قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ... کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں میرے پروردگار کی قسم... لَتُبْعَثُنَّ... تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے... ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ... اور پھر تمہیں ضرور بتا دیا جائے گا جو کچھ تم نے کیا... وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ اور یہ (بات) اللہ کے لیے آسان ہے۔

- بَلٰى وَ رَبِّيْ کے الفاظ دراصل وقوعِ قیامت کے لیے دلیلِ خطابی کا درجہ رکھتے ہیں۔ قسم کے پس منظر میں دلیل آپ ﷺ کی مثالی سیرت اور کردار ہے۔ جوابِ قسم میں دلیل وقوعِ قیامت کے بارے میں آپ ﷺ کا یقینِ محکم ہے جسے فعل مضارع سے قبل لامِ تاکید اور آخر میں نونِ مشدّد لا کر انتہائی تاکیدی اسلوب میں ظاہر کیا گیا ہے۔
- وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کے الفاظ وقوعِ قیامت پر دوسری دلیل ہیں۔
- اس آیت میں لفظ 'قُلْ' کے ذریعہ آپ ﷺ کو جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کا مظہر آپ ﷺ کا ایک پُر حکمت خطبہ ہے:

اِنَّ الرَّآئِدَ لَا يَكْذِبُ اَهْلَهٗ وَ اللّٰهِ لَوْ كَذَبْتُ النَّاسَ جَمِيْعًا مَا كَذَبْتُكُمْ وَ لَوْ غَرَرْتُ النَّاسَ جَمِيْعًا مَا غَرَرْتُكُمْ وَ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ خَاصَّةً وَ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَ اللّٰهِ لَتَمُوْتُنَّ كَمَا تَنَامُوْنَ ثُمَّ لَتُبْعَثُنَّ كَمَا

تَسْتَيْقِظُوْنَ ثُمَّ لَتُحَاسَبُنَّ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ثُمَّ لَتُجْزَوُنَّ بِالْاِحْسَانِ اِحْسَانًا وَ بِالسُّوْءِ سُوْءً وَ اِنَّهَا لَجَنَّةٌ اَبَدًا اَوْ لَنَارٌ اَبَدًا(۱)

"بے شک قافلہ کا رہبر قافلے والوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ اللہ کی قسم! اگر (بالفرض) میں تمام انسانوں سے جھوٹ بولتا تب بھی تم سے کبھی جھوٹ نہ بولتا اور اگر تمام انسانوں کو فریب دیتا تب بھی تمہیں کبھی فریب نہ دیتا۔ قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یقیناً میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف خصوصاً اور پوری نوعِ انسانی کی طرف عموماً۔ اللہ کی قسم! تم سب یقیناً مر جاؤ گے جیسے (روزانہ) سو جاتے ہو پھر یقینا اٹھائے جاؤ گے جیسے (ہر صبح) بیدار ہو جاتے ہو پھر لازماً تم سے حساب لیا جائے گا اس عمل کا جو تم کر رہے ہو اور پھر لازماً تمہیں بدلہ دیا جائے گا اچھائی کا اچھا بدلہ اور برائی کا برا بدلہ اور وہ جنت ہے ہمیشہ ہمیش کی یا آگ ہے ہمیشہ ہمیش کی"۔

آیت 8

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ... تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول ﷺ پر... وَ النُّوْرِ الَّذِیْۤ اَنْزَلْنَا... اور اُس نور (قرآن) پر جو ہم نے نازل فرمایا... وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (۸) اور اللہ باخبر ہے اس عمل سے جو تم کر رہے ہو۔

- فَاٰمِنُوْا سے مراد یہ ہے کہ اب تک جو مضامین بیان ہوئے ہیں وہ تو حق ہیں ہی، تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ ان پر ایمان لے آؤ۔
- اللہ کی صفت 'خَبِیْرٌ' اس اسلوب پر آنے والی دیگر صفات مثلاً سَمِیْعٌ، بَصِیْرٌ، شَهِیْدٌ وغیرہ سے زیادہ جامع ہے۔ دیگر صفات وہ ذرائع ہیں جن سے حاصل ہونے والی معلومات پر غور و تجزیہ سے صفت خبیر نتائج اخذ کرتی ہے۔

آیت 9

یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ... جس دن وہ تم کو جمع کرے گا یعنی جمع کرنے کے دن... ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ... وہ ہو گا ہار اور جیت کا دن... وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ... اور جو شخص ایمان لایا

---

(۱) الکامل فی التاریخ (1/ 258) و السیرۃ الحلبیۃ (1/ 27)

اللہ پر... وَيَعْمَلْ صَالِحًا... اور اُس نے نیک عمل کیے... يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ... اللہ اُس سے اُس کی بُرائیاں دُور کر دے گا... وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ... اور اُسے داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں... خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا... رہیں گے اُن میں ہمیشہ ہمیش... ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ یہ شاندار کامیابی ہے۔

- لفظ تغابن کے لغوی معنی ہیں کسی کا کسی کو نقصان پہنچانا اور اصطلاحی معنی ہیں ہار اور جیت۔ يَوْمُ التَّغَابُنِ کے الفاظ اِس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا یعنی ڈرامہ ہے اور ہار اور جیت کا اصل دن آخرت کا دن ہے:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ (العنکبوت[29]:64)

"اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ (لوگ) سمجھتے"۔

اللہ نے ہر انسان میں دوسرے سے آگے نکلنے کا جذبہ رکھا ہے۔ اِس جذبہ کے تحت ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے نکل کر اصل کامیابی یعنی فلاحِ اخروی حاصل کریں:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (البقرة[2]:148)

"اور ہر ایک کا ایک نصب العین ہے جس کی طرف وہ رُخ کیے ہوئے ہے پس تم نیکیوں میں دوسروں پر سبقت لے جاؤ"۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (آل عمران[3]:133)

"اور لپکو اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ کی نافرمانی سے) بچنے والوں کیلیے تیار کی گئی ہے"۔

حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَ عَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ [1]

"عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور عمل کرے موت کے بعد کی زندگی کے لیے"۔

- حقیقی جیت اس کی ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اچھے اعمال کرتا ہے۔ یہاں صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے کیوں کہ بنیادی ایمان یہ ہی ہے۔

آیت 10

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . . . اور جنہوں نے کفر کیا . . . وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ . . . اور ہماری آیات کو جھٹلایا . . .

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ . . . وہی ہیں اہلِ جہنم . . . خٰلِدِيْنَ فِيْهَا . . . ہمیشہ اُس میں رہیں گے . . .

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٠﴾ اور وہ بُری جگہ ہے۔

- اصل ہار اس کی ہے جس نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کی تکذیب کی۔
- کفر کے معنی ہیں اندر موجود حقیقت کو چھپانا یعنی باطن میں جس حق کی معرفت حاصل ہو چکی ہے، اس کا اظہار نہ کرنا۔ سورۃ النمل 27 آیت 14 میں آلِ فرعون کے بارے میں کہا گیا:

وَجَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا

"اور انہوں نے بے انصافی اور غرور سے اُن (اللہ کی آیات) کا انکار کیا جبکہ وہ دلی طور پر اُن پر یقین کر چکے تھے"۔

- تکذیب کے معنی ہیں دعوتِ حق سامنے آنے پر اس کو جھٹلانا۔

اللہ ہم سب کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور فرمائے اور روزِ قیامت کی ناکامی سے محفوظ فرمائے۔ آمین

رکوع دوم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١﴾ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

(1) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ و سنن ابن ماجة، کتاب الزُّهْدِ، بَاب ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالِاسْتِعْدَادِ لَهٗ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ

الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ
تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ
عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ
يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ
لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

آیات کا تجزیہ:

- آیات 11-13: فرد کی ذاتی زندگی پر ایمان کے اثرات
- آیات 14-15: علائق دنیوی کے بارے میں فرد کے نقطۂ نظر پر ایمان کے اثرات
- آیات 16-17: ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت
- آیت 18: توحیدِ باری تعالیٰ کا بیان (اوّل و آخر توحید)

آیت 11

اللہ کی طرف سے وارد شدہ حالات کے بارے میں بندۂ مومن کا رویہ

مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ... کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی... اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ... مگر اللہ کے حکم سے... وَ مَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ... اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے... يَهْدِ قَلْبَهٗ... وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے... وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

- مصیبت کے معنی ہیں اللہ کی طرف سے وارد ہونے والی خوشگوار یا تکلیف دہ صورتِ حال۔ انسان چونکہ تکلیف دہ صورتِ حال کا زیادہ تاثر لیتا ہے لہٰذا عام طور پر یہ لفظ اسی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
- دنیا میں وارد ہونے والی ہر صورتِ حال اللہ کے ہی حکم سے پیش آتی ہے، اگرچہ ظاہر میں کچھ اسباب اِس کی وجہ دکھائی دیتے ہیں۔ البتہ اللہ کا اذن یا حکم اور ہے اور اس کی رضا اور۔ اچھے کام

میں اُس کے اذن کے ساتھ ساتھ اُس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے لیکن برے کام میں صرف اُس کا اذن شامل ہوتا ہے رضا نہیں۔

- "یَھۡدِ قَلۡبَہٗ" سے مراد ہے کہ وارد ہونے والے حادثات کے بارے میں بندۂ مومن کو اِن حقائق کی رہنمائی نصیب ہوتی ہے کہ:

1. جو کچھ ہوا اللہ کے حکم سے ہوا (جو رب کرے سو ہو)
2. جو کچھ ہوا پہلے سے طے شدہ تھا:

مَاۤ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرٌ ﴿ۚۖ۲۲﴾ لِّکَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىکُمۡ (الحدید[57]:22-23)

"کوئی مصیبت نہیں پڑتی زمین پر اور خود تم پر مگر ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے قبل اس کے کہ ہم اُس کو ظاہر کریں (اور) یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔ تاکہ جو شے تم سے چھن جائے اُس پر افسوس نہ کرو اور جو تم کو اُس نے دیا ہو اُس پر اِترایا نہ کرو"۔

3. جو کچھ ہوا اسی میں خیر ہے:

قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۶﴾ (آل عمران[3]:26)

"کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

قُلۡ لَّنۡ یُّصِیۡبَنَاۤ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا ۚ ہُوَ مَوۡلٰىنَا ۚ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۱﴾ قُلۡ ہَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ ؕ وَنَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِکُمۡ اَنۡ یُّصِیۡبَکُمُ اللّٰہُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِہٖۤ اَوۡ بِاَیۡدِیۡنَا ۫ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَکُمۡ مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾ (التوبۃ[9]:51-52)

"کہہ دو کہ ہمیں کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی سوائے اُس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہو، وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔ کہہ دو کہ تم ہمارے حق میں کس شے کے منتظر ہو سوائے دو بھلائیوں میں سے ایک کے اور ہم تمہارے حق میں اِس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ (یا تو) اپنے پاس سے تم پر کوئی عذاب نازل کرے یا ہمارے ہاتھوں سے (عذاب دلوائے)۔ تو تم بھی انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں"۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ[1]

"مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اُس کے ہر معاملے میں خیر ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں، اگر اُسے نعمت ملے وہ شکر کرتا ہے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اُسے تکلیف پہنچے وہ صبر کرے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے"۔

4. اِس دنیا کی ہر راحت یا تکلیف عارضی ہے:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ (النحل[16]:96)

"جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے۔"

5. جو کچھ ہوا اس میں آزمائش ہے:

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ (الفجر[89]:15-16)

"پس انسان (کا معاملہ عجیب ہے کہ) جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے تو اسے

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، بَاب الْمُؤْمِنُ أَمْرُهُ كُلُّهُ خَيْرٌ، عَنْ صُهَيْبٍ

عزت دیتا اور نعمت بخشتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی۔ اور جب (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا"۔

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ (الانبیاء[21]:35)

"اور ہم تمہیں آزماتے ہیں شر اور خیر سے جو آزمائش کی صورتیں ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے"۔

6. آخرت میں جواب دہی کے حوالے سے وہ آزمائش نسبتاً آسان ہے جس میں کچھ لے لیا گیا ہو۔

مندرجہ بالا حقائق بندۂ مومن میں تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا کرتے ہیں جو "زوالِ خوف و حزن" اور "ازالۂ یاس و حسرت" کا باعث ہوتی ہے۔ اِس کے برعکس ایک عام انسان کی نگاہ صرف اسباب پر ہوتی ہے اور وہ اچھے یا برے حالات کا بہت زیادہ تاثر لیتا ہے:

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـــُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ (بنی اسرائیل[17]:83)

"اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو اعراض کرتا ہے اور پہلو پھیر لیتا ہے اور جب اُسے سختی پہنچتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے"۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ (المعارج[70]:19-21)

"کچھ شک نہیں کہ انسان کم حوصلہ پیدا ہوا ہے۔ جب اُسے تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے اور جب آسائش حاصل ہوتی ہے تو بخیل بن جاتا ہے"۔

- حدیثِ مبارکہ ہے:

اِحْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجَزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللّٰهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ[1]

"اس شے کی حرص کرو جو تمہیں فائدہ دے اور اللہ سے مدد طلب کرو اور ہمت نہ ہارو اور اگر تمہیں کچھ (نقصان) پہنچ جائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا۔ البتہ یہ کہو کہ اللہ کی تقدیر یہی تھی اور جو اس نے چاہا، کیا کیوں کہ 'اگر' کا لفظ (کلمۂ لو) شیطان

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْقَدَرِ، بَاب فِي الْأَمْرِ بِالْقُوَّةِ وَتَرْكِ الْعَجْزِ وَالِاسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ وَتَفْوِيضِ الْمَقَادِيرِ لِلّٰهِ، عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ

کے کام کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔

ع رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

- تسلیم و رضا کی کیفیت کا مولانا محمد علی جوہر کے ان اشعار میں کیا خوب اظہار ہے جو انھوں نے اپنی بیٹی کے نام جیل سے لکھے تھے جب وہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھی:

ع میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں — تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
امتحاں سخت سہی پر دلِ مومن ہی وہ کیا — جو ہر اِک حال میں امید سے مامور نہیں
تیری صحت ہمیں مطلوب ہے لیکن اُس کو — نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

- اِس آیت میں کسی صدمہ پر فوری اور غیر اختیاری تاثر کی نفی نہیں بلکہ اُس مستقل تاثر کی نفی ہے جس سے زبان پر شکوہ اور دل میں رب سے بد گمانی کا شائبہ پیدا ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں سے اپنے صاحب زادے سیدنا ابراہیم کو نزع کے عالم میں دیکھ کر بے اختیار آنسو نکل آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ الْعَينَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا [1]
"آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل مغموم ہے لیکن زبان سے ہم وہی کہیں گے جو ہمارے رب کو پسند ہے"۔

- "وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" کا تعلق مسئلہ تقدیر (جو در حقیقت اللہ کی قدرتِ کاملہ پر ایمان رکھنے کا نام ہے) سے ہے جس کے دو اجزاء ہیں:
  1. کائنات میں ہر کام اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔
  2. کائنات میں ہونے والے ہر کام کا اللہ کو پہلے ہی سے علم ہے۔
- راضی برضائے رب ہونا بندۂ مومن کی صفت ہے لیکن اِس کا مطلب یہ نہیں کہ:
  1. ماضی سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْجَنَائِزِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا بِكَ لَمَحْزُونُونَ و صحیح مسلم، کتاب الْفَضَائِلِ، بَاب رَحْمَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّبْيَانَ وَالْعِيَالَ وَتَوَاضُعِهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ

2. مجرموں کو سزا نہ دی جائے۔
3. ظلم واستحصال کو تقدیر سمجھ کر اُن کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کیا جائے۔
4. ظالموں سے بدلہ نہ لیا جائے۔

آیت 12

بندۂ مومن کے ہاتھ سے صادر ہونے والے اعمال کا نقشہ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ... اور اطاعت کرو اللہ کی... وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ... اور اطاعت کرو اُس کے رسول کی... فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ... اگر تم منہ پھیر لوگے... فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ تو ہمارے رسول کے ذمے تو پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔

- بندۂ مومن کا ہر ارادی فعل اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے سانچے میں ڈھلا ہوتا ہے۔
- اطاعت کے معنی ہیں کسی کی بات غور سے سننا، اُس کو اہمیت دینا یا اُس کو مان کر عمل کرنا۔ یہ ایک جامع لفظ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تمام احکامات یعنی اوامر ونواہی (Do's & Dont's) پر عمل کو ظاہر کرتا ہے۔
- قرآنِ حکیم میں 11 بار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت ایک وحدت ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء4:80)

"جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اُسی نے اللہ کی اطاعت کی"۔

اطاعت اصلاً اللہ کی لیکن عملاً رسول ﷺ کی ہوتی ہے کیوں کہ وہی اللہ کے نمائندے اور انسانوں کے لیے کامل نمونہ ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللهَ وَمَنْ أَطَاعَ أَمِيرِي فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَى أَمِيرِي فَقَدْ عَصَانِي[1]

"جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی اطاعت کی اُس نے میری اطاعت

(1) صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب قَوْلِ اللهِ تَعَالٰی وَ {أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ}، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

کی اور جس نے میرے (مقرر کردہ) امیر کی نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی"۔

ایک متفق علیہ روایت میں میرے (مقرر کردہ) امیر کے بجائے صرف امیر کے الفاظ آئے ہیں(۱)۔

- **اطاعتِ رسول ﷺ کی اہمیت:**

1. اطاعتِ رسول ﷺ ایمانِ حقیقی کی نمایاں ترین ظاہری علامت ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٦٥﴾ (النساء[4]:65)

"پس نہیں قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی! یہ لوگ مومن نہیں ہیں جب تک اپنے تنازعات میں آپ ﷺ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ ﷺ کر دیں اُس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اُس کو خوشی سے مان لیں"۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿٣٦﴾ؕ (الاحزاب[33]:36)

"اور جائز نہیں کسی مومن مرد اور عورت کے لیے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا"۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ (۲)

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں"۔

2. جنت میں داخلہ کے لیے اطاعتِ رسول ﷺ لازم ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَنْ يَأْبَى قَالَ

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَاب يُقَاتَلُ مِنْ وَرَاءِ الْإِمَامِ وَيُتَّقَى بِهِ و صحیح مسلم، کتاب الْإِمَارَةِ، بَاب وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ

(۲) شرح السنة، کتاب الإيمان، باب رد البدع و الأهواء عن عبد الله بن عمرو بن العاص ؓ

مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى (۱)

"میرا ہر اُمتی جنت میں داخل ہو گا سوائے اُس کے جس نے انکار کیا۔ پوچھا گیا کون ہے جس نے انکار کیا؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے انکار کیا"۔

3. اطاعتِ رسول ﷺ سے گریز نفاق کی علامت ہے۔ سورۃ النساء[4] میں بیان کیا گیا ہے کہ تین اُمور منافقین پر بہت گراں تھے۔ ہجرت، قتال فی سبیل اللہ اور نبی اکرم ﷺ کی شخصی اطاعت۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اطاعتِ رسول ﷺ پر سب سے زیادہ تاکیدی آیات سورۃ النساء[4] میں آئی ہیں:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾ (النساء[4]:59)

"مومنو! اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہیں اُن کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُس میں اللہ اور اُس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اِس کا انجام بھی اچھا ہے"۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (النساء[4]:64)

"اور ہم نے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اِس لیے کہ اللہ کے حکم سے اُس کی اطاعت کی جائے"۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ (النساء[4]:69)

"اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور اِن لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے"۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

سورۃ النساء[4] میں رسول ﷺ کی نافرمانی پر شدید وعیدیں بھی بیان کی گئی ہیں:

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ (النساء[4]:42)

"اُس روز کافر اور رسول ﷺ کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش اُن کو زمین میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی جاتی اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے"۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ﴿١١٥﴾ (النساء[4]:115)

"اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اُسے اُدھر ہی چلنے دیں گے اور (روزِ قیامت) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے"۔

وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ (النساء[4]:61)

"اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور آؤ رسول ﷺ کی طرف تو آپ ﷺ منافقوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ سے اعراض کرتے اور رُکے جاتے ہیں"۔

موجودہ دور میں اطاعت رسول ﷺ سے فرار کا نتیجہ، انکارِ سنت کے فتنہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ سورۃ النساء[4] کی مذکورہ بالا آیت 61 منافقین کے بارے میں ہے لیکن اس کا کامل اطلاق منکرین سنت پر بھی ہوتا ہے۔ وہ بھی قرآن کی طرف آنے کو تیار ہیں لیکن سنت پر عمل سے گریز کرتے ہیں۔ اس فتنہ کا اندیشہ نبی اکرم ﷺ نے مندرجہ ذیل احادیث میں ظاہر کیا تھا:

أَلَا إِنِّي أُوتِيتُ الكِتَابَ وَمِثلَهُ مَعَهُ، أَلَا يُوشِكُ رَجُلٌ شَبعَانُ عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَقُولُ: عَلَيكُم بِهٰذَا القُرآنِ؛ فَمَا وَجَدتُم فِيهِ مِن حَلَالٍ فَأَحِلُّوهُ وَمَا وَجَدتُم فِيهِ مِن حَرَامٍ فَحَرِّمُوهُ[1]

"سن لو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اِسی کی مانند ایک اور شے۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب السُّنَّةِ، بَاب فِی لزومِ السُّنَّة، عن المقدام بن معدی کرب

پیٹ بھرا شخص اپنی آرام دہ مسند پر بیٹھ کر کہے کہ تم پر صرف قرآن کے حکم کی پابندی لازم ہے، جس شے کو اِس میں حلال پاؤ اِسے حلال سمجھو اور جس شے کو اِس میں حرام پاؤ اِسے حرام سمجھو"۔

لَا أَلْفِيَنَّ أَحَدَكُم مُتَّكِئاً عَلٰى أَرِيكَتِهِ يَأتِيهِ الأَمرُ مِن أَمرِي مِمَّا أَمَرتُ بِهِ أَو نَهَيتُ عَنهُ فَيَقُولُ لَا نَدرِي، مَا وَجَدنَا فِي كِتَابِ اللهِ اتَّبَعنَاهُ (١)

"ایسا نہ ہو کہ میں تم میں سے کسی کو پاؤں کہ وہ بیٹھا ہوا اپنی آرام دہ مسند پر اور اُس کے پاس آئے کوئی حکم میرے احکامات میں سے جس میں، میں نے کسی بات کے کرنے کا کہا ہو یا کسی بات سے روکا ہو اور وہ کہے میں نہیں جانتا۔ ہم تو اِسی بات کو مانیں گے جسے قرآن میں پائیں گے"۔

نوٹ: رسول ﷺ کا حکم قرآن کے کسی حکم کو منسوخ نہیں کرتا البتہ اس کی وضاحت، اُس میں اضافہ یا اُس کو کسی خاص صورتِ حال کے لیے مخصوص کر سکتا ہے۔

- سورۃ النساء[4] کی آیت 59 میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اُولو الامر کی اطاعت کا حکم بھی آیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ

"اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبِ اختیار ہوں"۔

اس آیت میں اَطِيْعُوا کے الفاظ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ آئے ہیں، اُولِي الْاَمْرِ کے ساتھ نہیں۔ گویا مطلق اطاعت صرف اللہ اور رسول ﷺ کی ہے اور اولو الامر کی اطاعت اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کے تابع ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (٢)

"مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں اگر اِس سے خالق کی نافرمانی ہو"۔

---

(١) سنن ابی داؤد، کتاب السُّنَّةِ، بَاب فی لزوم السُّنَّة، عن أبی رافعؓ

(٢) المعجم الکبیر للطبرانی، باب4، رقم14795عن عمران بن حصین و سنن الترمذی، کتاب الجهاد عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق

- نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی مکمل اطاعت کے لیے خلافت کے ادارے کا قیام ضروری ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں ، آپ ﷺ کی اطاعت چار اُمور میں ہوتی تھی:

1. عبادات
2. معاملات
3. حق وباطل کی کشمکش کے دوران
4. باہمی نزاعات کے فیصلوں میں

آج صرف عبادات ومعاملات میں اطاعتِ رسول ﷺ ممکن ہے۔ نظامِ خلافت کے دوران خلیفہ، رسول ﷺ کے نائب تھے اور آخری دو اُمور میں اُن کی اطاعت، اطاعتِ رسول ﷺ کے قائم مقام تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ سورۃ النور[24] آیت 55 میں اللہ نے مسلمانوں سے خلافت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن اس سے قبل آیت 54 اور اس کے بعد آیت 56 میں اطاعت رسول ﷺ کا تذکرہ ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٥٤﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ (النور[24]:54-56)

"کہہ دیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی۔ اگر تم منہ موڑو گے تو رسول ﷺ پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو اُن ؐ کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم اُن ؐ کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا رستہ پاؤ گے اور رسول ﷺ کے ذمے تو صاف صاف (احکامِ الٰہی کا) پہنچا دینا ہے۔ جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ اُن کو زمین میں خلافت عطا فرمائے گا جیسا کہ اُن سے پہلے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی اور اُن کے دین کو جسے اُس نے اُن کیلیے پسند کیا ہے غالب فرمادے گا اور خوف کے بعد اُن کو امن بخشے گا، وہ میری عبادت

کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اِس کے بعد ناشکری کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے"۔

لٰہذا ہمارے لیے ضروری ہے کہ خلافت کے ادارے کے قیام کے لیے جدوجہد کریں تا کہ اطاعت رسول ﷺ کے ضمن میں جو کمی ہے اس کے لیے روزِ قیامت رب کے حضور عذر پیش کر سکیں۔

- فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ سے مراد ہے کہ اگر تم نے اطاعت نہ کی تو اللہ کی خدائی میں کوئی کمی واقع نہ ہو گی اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری صرف اور صرف واضح طور پر حق کو پہنچا دینا ہے۔ آیت کے اِس حصہ میں ہر داعی کے لیے رہنمائی ہے کہ اُس کا کام صرف دعوتِ حق پہنچانا ہے منوانا نہیں۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ (الکھف[18]:29)

"اور کہہ دو کہ (لوگو!) یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے برحق ہے تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے"۔

مندرجہ بالا حقیقت پیشِ نظر نہ ہو تو بعض اوقات داعی بات کو منوانے کے لیے مکمل حق بیان نہیں کرتا یا اپنے اصولوں کو توڑتا ہے۔

آیت 13

بندۂ مومن کا اسباب کے بارے میں طرزِ فکر

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ... اللہ (معبودِ برحق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں... وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

- اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کلمۂ توحید ہے اور توحید کا لب لباب ہے اپنے معاملات اللہ کے حوالے کر کے اُسی کو وکیل بنالینا یعنی اُسی پر توکل واعتماد کرنا:

وَاٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ﴿۲﴾ (بنی اسرائیل[17]:2)

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی اور اُسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ

میرے سوا کسی کو وکیل نہ بنانا"۔

- بندۂ مومن کی تمام امیدیں اور توقعات اللہ ہی سے وابستہ ہوتی ہیں اور اُس کا بھروسہ اپنی محنت، ذہانت، منصوبہ بندی، فراہم کردہ اسباب اور مخلوقات پر نہیں بلکہ اللہ پر ہوتا ہے، کیوں کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ:

1. کائنات میں فاعلِ حقیقی اللہ ہے۔ بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے لیکن وہ کام ہو نہیں سکتا جب تک اللہ کا اِذن نہ ہو۔ انسان کاسبِ اعمال ہے لیکن خالقِ اعمال اللہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ "اور اللہ نے بنایا تمہیں اور اُس عمل کو بھی جو تم کرتے ہو"۔(الصّٰفّٰت[37]: 96)
2. کائنات میں مؤثرِ حقیقی اللہ ہے۔ اشیاء میں تاثیر اُسی نے رکھی ہے اور جب چاہے اِس تاثیر کو ختم بھی کر سکتا ہے۔
3. اسباب اللہ کے پابند ہیں لیکن اللہ اسباب کا پابند نہیں ہے۔ وہ اسباب کے بغیر بھی جو چاہے کر سکتا ہے۔

- حسبِ ذیل آیات میں توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں بیان کی گئی ہیں:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة[9]: 40)

"اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اُن ﷺ کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہو گا) جب اُنہیں کافروں نے شہر سے نکال دیا اور وہ دو (حضرت ابو بکر صدیقؓ اور خود رسول اللہ ﷺ) میں سے ایک تھے، جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت رسول ﷺ اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ (الشعراء[26]: 61-62)

"جب دونوں جماعتیں (فرعون کا لشکر اور بنو اسرائیل) آمنے سامنے ہوئیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو پکڑ لیے گئے۔ موسیٰ نے کہا کہ ہر گز نہیں میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا"۔

- توکل کے ذریعہ انسان ایک مضبوط سہارا تھام لیتا ہے:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق[65]: 3)

"اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو اللہ اُس کے لیے کافی ہے"۔

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ (آل عمران[3]: 173)

"(جب) اُن سے لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لیے (لشکرِ کثیر) جمع کیا ہے تو اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے"۔

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف ؏
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

- حضرت عبد اللہ بن عباس کو نبی اکرم ﷺ نے تاکید فرمائی:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلْ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوْ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتْ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتْ الصُّحُفُ (۱)

"جب تو سوال کر تو صرف اللہ سے سوال کر، جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر سب لوگ جمع ہو کر تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا اور اگر وہ جمع ہو کر تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے مگر وہی جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھائے جا چکے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں"۔

- توکل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ:

1. محنت نہ کی جائے۔
2. اسباب فراہم نہ کیے جائیں۔
3. بغیر اسباب فراہم کیے اللہ کو آزمایا جائے۔

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ

4. حق و باطل کی کشمکش میں فیصلے اسباب کے اعتبار سے نہ کیے جائیں۔

توکل کے معنی ہیں اسباب فراہم کیے جائیں لیکن بھروسہ اسباب پر نہیں مسبّبُ الاسباب پر کیا جائے۔(اونٹ کو باندھو پھر توکل کرو)

آیت 14

بندۂ مومن کا بیوی اور اولاد کے ساتھ رویہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ... اے وہ لوگو جو ایمان لائے ... اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ

عَدُوًّا لَّكُمْ ... بلاشبہ تمہاری بیویوں اور اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں ...

فَاحْذَرُوْهُمْ ... سو اُن سے ہوشیار رہو ... وَاِنْ تَعْفُوْا ... اور اگر تم معاف کرتے رہو ... وَ

تَصْفَحُوْا ... اور چشم پوشی کرتے رہو ... وَتَغْفِرُوْا ... اور درگذر کرتے رہو ... فَاِنَّ اللّٰهَ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ تو بے شک اللہ بھی درگذر فرمانے والا مہربان ہے۔

- تمام رشتوں میں سب سے زیادہ محبت بیویوں اور اولاد سے ہوتی ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ (آل عمران 3:14)

"لوگوں کے لیے محبوب کر دی گئی ہیں خواہشات کی محبت یعنی عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر، نشان لگے گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں۔ (مگر) یہ سب دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور اللہ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے"۔

یہ جبلی محبتیں ہیں جن کا حد سے بڑھنا انسان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کے راستہ پر ڈال دیتا ہے۔ بیویوں اور اولاد کی جائز ضروریات و خواہشات پوری کرنا فرض ہے لیکن ضرورت اِس بات کی ہے کہ انسان ہر دم چوکنا رہے کہ اِس کے لیے کوئی خلافِ شرع کام نہ کر بیٹھے۔ ایسا نہ ہو کہ دوسروں کی دنیا سنوارنے کے لیے انسان کی اپنی عاقبت خراب ہو جائے۔

- بیویاں اور اولاد اکثر انسانوں کے معبود بن جاتے ہیں اور وہ اِن کی خاطر احکاماتِ خداوندی کو پامال کر دیتے ہیں لیکن سوچنا چاہیے کہ یہ تمام رشتے صرف دنیا کی حد تک ہیں اور روزِ قیامت

اللہ کی نافرمانی کرنے والے رشتہ دار اور احباب ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ سورۃ العنکبوت[29] آیت 25 میں ابراہیم علیہ السلام شرک کرنے کا سبب دنیوی محبتوں کو قرار دیتے ہیں:

وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ (العنکبوت[29]:25)

"اور ابراہیمؑ نے کہا کہ تم نے جو اللہ کے سوا بتوں کو معبود بنالیا ہے تو یہ دنیا کی زندگی میں باہم محبت کی وجہ سے ہے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہو گا"۔

یہ مضمون قرآنِ حکیم میں دیگر مقامات پر بھی آیا ہے:

اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ۧ (الزخرف[43]:67)

"(جو آپس میں) دوست (ہیں) اُس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر تقوٰی اختیار کرنے والے (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)"۔

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاۗءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿٨﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ښ﴿١٠﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۙ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ﴿١٢﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۙ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ﴿١٤﴾ (المعارج[70]:8-14)

"جس دن آسمان ایسا ہو جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا۔ اور پہاڑ (ایسے) جیسے (دھنکی ہوئی) رنگین اُون۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا، (حالانکہ) وہ ایک دوسرے کو دکھا دیئے جائیں گے۔ (اُس روز) مجرم خواہش کرے گا کہ کسی طرح اُس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دیدے یعنی اپنا بیٹا، اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے لوگ زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ دیدے) اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لے"۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ۭ لِكُلِّ امْرِۍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ۭ (العبس[80]:34-37)

"اُس دن انسان اپنے بھائی سے دُور بھاگے گا اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹے سے۔ ہر شخص اُس روز ایک ایسی فکر میں ہو گا جو اُسے دوسروں سے غافل کر دے گی"۔

- اِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ وَ اَوۡلَادِكُمۡ میں لفظ 'مِنۡ' ظاہر کرتا ہے کہ تمام بیویاں اور اولاد دشمن نہیں ہیں۔ صالح بیوی کو حدیث میں "خَيۡرُ الۡمَتَاعِ" قرار دیا گیا ہے اور صالح اولاد "صدقۂ جاریہ" ہے۔
- آیت کے دوسرے حصہ میں توازن کے لیے تین مترادف الفاظ (تَعۡفُوۡا وَ تَصۡفَحُوۡا وَ تَغۡفِرُوۡا) استعمال کیے گئے تاکہ لفظ "عَدُوًّا" کی سختی کو Balance کیا جاسکے۔ عَفۡو کے معنی ہیں ڈھیل دینا (اَعۡفُوا اللِّحٰی[1] "داڑھی بڑھاؤ")، صَفۡحٌ کے معنی ہیں نظر انداز کرنا اور غَفۡرٌ کے معنی چھپانا یا ڈھانپ لینا۔ مراد یہ ہے کہ گھر میں بڑی حکمت سے اصلاح کی کوشش کرتے رہو اور اِسے میدانِ جنگ نہ بناؤ۔ ہر بات پر ٹوکا نہ کرو بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے رہو کیوں کہ اللہ بھی معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ تم خود بھی طلب گار ہو کہ اللہ تمہیں معاف کر دے:

وَلۡيَعۡفُوۡا وَلۡيَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَكُمۡ (النور[24]:22)

"اُن کو چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے"۔

- اہلِ خانہ کی تربیت ایک تھانہ دار کی نہیں بلکہ ہمدرد کی حیثیت سے اور نرمی و سختی کے متوازن امتزاج کے ساتھ کرنی ہوگی۔ انسان بذاتِ خود شریعت کی پابندی کے حوالے سے چوکنا رہے لیکن اہلِ خانہ کی سوچ کو دینی بنانے کے لیے حکمت کے ساتھ اُن کی ذہن سازی کرتا رہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے: "سانپ کی مانند ہوشیار اور فاختہ کی مانند بے ضرر بنو"۔[2]

آیت 15

بندۂ مومن کا مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر

<u>اِنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَ اَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ... بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش کا ذریعہ ہیں... وَ اللّٰهُ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۵﴾ اور اللہ کے ہاں شاندار بدلہ ہے۔</u>

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللِّبَاسِ، بَاب إِعۡفَاءِ اللِّحَى، عَنۡ ابۡنِ عُمَرَؓ

(۲) Matthew, Chapter: 10, Verse: 16

- مال اور اولاد کے بارے میں نقطۂ نظر اور خاص طور پر اولاد کے بارے میں منصوبہ بندی سے انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ایک عام انسان مال اور اولاد کو Asset یعنی سرمایہ سمجھتا ہے لیکن بندۂ مومن انہیں Liabilities یعنی ایسی امانتیں سمجھتا ہے جن کے بارے میں باز پرس ہو گی اور وہ اِنہیں ایک ذریعۂ آزمائش تصور کرتا ہے۔اِن ہی کی خاطر صلاحیتیں لگا کر اللہ کو ناراض بھی کیا جا سکتا ہے اور انہیں کو صدقۂ جاریہ بنا کر اللہ کو راضی بھی کیا جا سکتا ہے۔
- مال و دولت کو نہ بڑھاپے کا سہارا سمجھنا چاہیے اور نہ اِن سے امید لگانی چاہیے۔ اُمید اللہ سے اور اِسی کی توفیق سے انجام دیئے گئے اعمالِ صالحہ سے لگانی چاہیے :

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيۡرٌ اَمَلًا (الکھف[18]:46)

"مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی (رونق و) زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں ہیں جو بہتر ہیں تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے لحاظ سے اور امید لگانے کے اعتبار سے"۔

اللہ کے در کے سوا ہر شے سے مایوسی کا امکان ہے۔ہماری محنتوں کا سب سے بہترین بدلہ اللہ ہی کے پاس ہے۔

آیت 16

ایمان کے تقاضے ادا کرنے کی دعوت

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسۡتَطَعۡتُمۡ... سو جہاں تک ممکن ہو سکے اللہ کی نافرمانی سے بچو... وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا... اور (اُس کے احکامات) سنو اور مانو... وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ... اور (اُس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) بہتر ہے تمہارے حق میں... وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ... اور جو شخص جی کے لالچ سے بچا لیا گیا... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۶﴾ تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

- اس آیت سمیت قرآنِ حکیم میں چار آیات ہیں جن میں چار چار باتوں کا حکم دے کر فلاح کی نوید دی گئی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۰۰﴾ (آل عمران[3]:200)

"اے اہلِ ایمان! ڈٹے رہو، استقامت میں کفار کا مقابلہ کرو، آپس میں مربوط رہو اور اللہ

کی نافرمانی سے بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف[7]: 157)

"وہ جو (محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پر ایمان لائے اور اُن کی تعظیم کی اور اُنہیں مدد دی اور جو نور (یعنی قرآن) اُنؐ کے ساتھ نازل کیا گیا اُس کی پیروی کی وہی کامیاب ہونے والے ہیں"۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الحج[22]: 77)

"مومنو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور اپنے رب کی عبادت کرو اور بھلائی کے کام کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ"۔

- سورۃ التغابن کی اِس آیت میں چار اہم اصطلاحات آئی ہیں:
  تقویٰ، سمع وطاعت، انفاق اور شح۔

تقویٰ:

- تقویٰ کے لغوی معنی ہیں بچنا۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (البقرة[2]: 24)

"پس بچو اُس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے ہے"۔

وَقِنَا کے معنی ہیں تو ہمیں بچا۔ اصطلاحی طور پر تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کی نافرمانی سے بچنا یا اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ حضرت عمرؓ کے سوال پر حضرت ابی بن کعبؓ نے تقویٰ کی نہایت عمدہ وضاحت فرمائی:

سَاَلَ عُمَرُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ عَنِ التَّقْوٰى، فَقَالَ لَهٗ اَمَا سَلَكْتَ طَرِيْقاً ذَا شَوْكٍ؟ قَالَ بَلٰى، قَالَ فَمَا عَمِلْتَ؟ قَالَ شَمَّرْتُ وَاجْتَهَدْتُّ، قَالَ فَذٰلِكَ التَّقْوٰى[1]

"حضرت عمرؓ نے پوچھا (حضرت ابی ابن کعبؓ سے) تقویٰ کیا ہے؟ تو اُنہوں نے دریافت کیا کہ کیا کبھی آپ ایسے کسی راستہ سے گزرے ہیں جو کانٹے دار جھاڑیوں کے درمیان ہو؟

---

(۱) تفسیر ابن کثیر، سورۃ البقرۃ

حضرت عمرؓ نے جواب دیا جی ہاں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے سوال کیا کہ پھر آپؓ کیا کرتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اپنا لباس سمیٹتا ہوں اور جسم کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا یہی تقویٰ ہے"۔

تقویٰ دراصل ایک باطنی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان پر ہر وقت خدا خوفی اور اُخروی جواب دہی کا احساس طاری رہتا ہے۔ اسی کو قرآنِ حکیم میں "لِبَاسُ التَّقْوٰی" کہا گیا ہے۔

- قرآنِ حکیم میں جہاں بھی احکاماتِ شریعت بیان کیے گئے ہیں وہاں تقویٰ پر خصوصی زور دیا گیا ہے کیوں کہ بغیر تقویٰ کے احکاماتِ شریعت میں حیلوں کے ذریعہ چور دروازے نکال لیے جاتے ہیں۔ خاص طور پر خاندانی زندگی کی درستگی کے لیے تقویٰ لازمی ہے۔ اِسی لیے سورۃ الطلاق[65] میں خاندانی زندگی کے حوالے سے رہنمائی کے دوران تقویٰ کے موضوع پر بڑی عظیم آیات بیان کی گئی ہیں:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴿۲﴾ (الطلاق[65]:2)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے لیے (مشکلات سے) بچاؤ کا راستہ نکال دیتا ہے"۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿۴﴾ (الطلاق[65]:4)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا"۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿۵﴾ (الطلاق[65]:5)

"اور جو کوئی اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے اللہ اُس کی برائیاں معاف کر دے گا اور اُسے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا"۔

خاندانی زندگی میں تقویٰ کی اِس اہمیت کے پیشِ نظر، خطبۂ نکاح میں نبی اکرم ﷺ ایسی آیات تلاوت فرماتے تھے جن میں تقویٰ کا ذکر ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (آل عمران[3]:102)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے ایسے بچو جیسے کہ اُس کی نافرمانی سے بچنے کا حق ہے اور تم ہرگز نہ مرنا مگر حالتِ فرمانبرداری میں"۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء[4]: 1)

"اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے بچو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اُس سے اُس کا جوڑا بنایا پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے اور اُس اللہ کی نافرمانی سے بچو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور رحمی رشتہ داروں کا پاس رکھو۔ بے شک اللہ تم پر نگران ہے"۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب[33]: 70-71)

"مومنو! اللہ کی نافرمانی سے بچو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا"۔

- حدیثِ جبرائیل میں جسے "اُمُّ السُّنّۃ" کہا جاتا ہے، معرفتِ ربانی کے تین درجے اسلام ایمان اور احسان بیان کیے گئے ہیں(۱)۔ سورۃ المائدۃ[5] آیت 93 کے مطابق، اِن درجات کو حاصل کرنے کا ذریعہ تقوٰی ہے:

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (المائدۃ[5]: 93)

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے اُن پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ (حرمت سے قبل ممنوع اشیاء) کھا چکے جب کہ وہ تقوٰی اختیار کر چکے پھر ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر مزید تقوٰی اختیار کیا اور ایمان لائے پھر مزید تقوٰی اختیار کیا اور احسان کی روش اختیار کی اور اللہ تعالیٰ محسنین سے محبت کرتا ہے"۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الْإِيمَانِ، بَاب بَيَانِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ وَالْإِحْسَانِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ

- تقویٰ ہی کے ذریعہ انسان کو اللہ کی قربت نصیب ہوتی ہے :

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ (الحجرٰت[49]: 13)

"اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے"۔

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾ (یونس[10]: 62-63)

"سن رکھو کہ جو اللہ کے دوست ہیں اُن کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ کسی غم سے دوچار ہوں گے۔ (یہ وہ ہیں) جو ایمان لائے اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہے"۔

- سورۃ آلِ عمران[3] آیت 102 میں فرمایا گیا: "اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اُس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے"۔ اِس آیت نے صحابہ کرام کو لرزا دیا کہ کس کے لیے ممکن ہے کہ وہ اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرے جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے۔لہٰذا سورۃ التغابن[64] کی یہ آیت نازل ہوئی جس میں سہولت دی گئی کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔اسی حقیقت کا اظہار قرآن میں بار بار "لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (اللہ کسی شخص کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا) کے الفاظ سے ہوتا ہے۔سورۃ آلِ عمران[3] میں اُصولی اور مقصود یعنی *Ideal* بات کا ذکر ہے جبکہ سورۃ التغابن[64] میں عملی یعنی ***Practical*** بات بیان کی گئی ہے۔ ہر انسان کی جیسی صلاحیت دنیا کے لیے لگ رہی ہے کم از کم ویسی ہی اللہ کی فرمانبرداری کے لیے بھی لگنی چاہیے۔

سمع وطاعت:

- سمع وطاعت ایک اہم دینی اصطلاح ہے جس کا بیان قرآنِ حکیم میں کئی مرتبہ آیا ہے۔

قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ﴿٢٨٥﴾ (البقرۃ[2]: 285)

"وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سنا اور قبول کیا۔اے رب ہم تیری بخشش مانگتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے"۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (المائدۃ[5]: 7)

"اور اللہ نے تم پر جو احسان کیے ہیں اُن کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کے ذریعہ اُس

نے تمہیں پابند کر دیا، جب تم نے کہا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا"۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ (النور 24: 51)

"مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ اُن میں فیصلہ کر دیں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

- دینِ اسلام ہمیں ہر اجتماعی ادارے میں سمع وطاعت کا نظم اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بشرطیکہ اِس سے شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اقامتِ دین کے فریضہ کی ادائیگی بغیر اجتماعیت کے ممکن نہیں اور اس اجتماعیت کے لیے بھی منصوص، مسنون اور ماثور اساس سمع وطاعت ہی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اَللّٰهُ أَمَرَنِيْ بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ وَ السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ وَ الْهِجْرَةِ وَ الْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ[1]

"میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔ جماعت اختیار کرو، سنو، اطاعت کرو، ہجرت کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو"۔

- نظامِ خلافت کی عدم موجودگی میں قرآن و حدیث کے اِس حکم پر عمل کے لیے ایسی اجتماعیت میں شرکت لازم ہے جس کا نظم سمع وطاعت کی اساس پر ہو۔
- سمع و طاعت کے حکم پر عمل کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بیعتِ سمع و طاعت کی سنت جاری فرمائی ورنہ بحیثیت نبی آپ ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنا لازم تھا اور اِس کے لیے بیعت لینے کی ضرورت نہ تھی۔ ایک مضبوط اور مثالی نظم کے قیام کے لیے بیعتِ سمع و طاعت کے حسبِ ذیل مسنون الفاظ عظیم رہنمائی فراہم کرتے ہیں:

بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَ الطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَ الْيُسْرِ

---

(1) سنن الترمذی، کتاب الْأَمْثَالِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي مَثَلِ الصَّلَاةِ وَ الصِّيَامِ وَ الصَّدَقَةِ، مسند احمد، کتاب مُسْنَدُ الشَّامِيِّينَ، باب حَدِيثُ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ، المستدرك على الصحيحين للحاكم، کتاب کتاب العلم، عَنِ الْحَارِثِ الْأَشْعَرِيِّ

وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثْرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَلاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَآئِمٍ [1]

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی سننے اور ماننے کی، تنگی میں اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ رکھیں گے"۔

انفاق:

- انفاق کے معنی ہیں کسی شے کو خرچ کرنا یا کھپا دینا۔ جب یہ خرچ اللہ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق کسی کارِ خیر کے لیے کیا جاتا ہے تو اِسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ وسیع مفہوم میں انفاق صرف مال خرچ کرنے کے لیے نہیں بلکہ ہر اُس شے کو خرچ کرنے کے لیے آتا ہے جس پر انسان کو اختیار حاصل ہو۔ گویا مال کے علاوہ جسمانی صلاحیت، اولاد، املاک وغیرہ کو اللہ کی راہ میں لگانا بھی انفاق فی سبیل اللہ میں شامل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ (الحدید[57]: 7)

"اور خرچ کرو ہر اُس شے میں سے جس پر تمہیں خلافت یعنی عارضی اختیار دیا گیا ہے"۔

گویا یہ لفظ جہاد ہی کا مترادف ہے۔ انفاق کے موضوع پر سورۃ البقرۃ[2] کے رکوع 36 اور 37 پورے قرآنِ حکیم میں نقطۂ عروج ہیں۔

- انفاق علاج ہے نفاق یا منافقت کا۔ سورۃ المنافقون[63] آیت 10 میں فرمایا گیا:

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ (المنٰفقون[63]:10)

"اور ہم نے جو کچھ تمہیں دے رکھا ہے اُس میں سے خرچ کرتے رہا کرو اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا؟"

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الْأَحْكَامِ، بَاب كَيْفَ يُبَايِعُ الْإِمَامُ النَّاسَ، و صحیح مسلم، کتاب الْإِمَارَةِ، بَاب وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ... عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ؓ

نفاق ضد ہے ایمانِ حقیقی کی۔ دوسرے الفاظ میں ایمانِ حقیقی (جو کہ اس سورۃ کا موضوع ہے) کے حصول کا ذریعہ انفاق ہے۔

- مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ محفوظ ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰؑ کے الفاظ ہیں:

"اپنا مال زمین پر جمع نہ کرو، جہاں کیڑا بھی خراب کرتا ہے اور زنگ بھی اور چوری کا بھی خوف ہوتا ہے بلکہ اپنا مال آسمان پر جمع کرو جہاں نہ کیڑا خراب کرتا ہے اور نہ زنگ اور نہ ہی چوری کا خوف ہے کیوں کہ جہاں تمہارا مال ہوگا وہیں تمہارا دل ہوگا"۔[۱]

- وَ اَنۡفِقُوۡا خَیۡرًا لِّاَنۡفُسِکُمۡ کے الفاظ رہنمائی کر رہے ہیں کہ انفاقِ مال کا فائدہ اجرِ آخرت کی صورت میں انسان ہی کو ملے گا کیونکہ یہ مال اللہ کے ہاں محفوظ ہو گیا:

عَنۡ عَایِٔشَۃَ اَنَّھُمۡ ذَبَحُوۡا شَاۃً فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: مَا بَقِیَ مِنۡھَا؟ قَالَتۡ: مَا بَقِیَ مِنۡھَا اِلَّا کَتِفُھَا قَالَ: بَقِیَ کُلُّھَا غَیۡرَ کَتِفِھَا[۲]

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے ایک بکری ذبح کی۔ نبی ﷺ نے پوچھا: "بکری میں سے کیا بچا؟" حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ کچھ نہیں بچا سوائے ایک دستی کے (یعنی ایک دستی کے سوا پوری بکری اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پوری بکری بچ گئی سوائے اِس دستی کے"۔

شُحّ:

- یہ لفظ تنگ نظری، تنگ دلی اور کم حوصلگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عام طور پر اسے بخل کا ہم معنی لفظ سمجھ لیا جاتا ہے لیکن یہ بخل سے وسیع بلکہ بخل، حرص، حسد، کینہ جیسی کئی بیماریوں کی جڑ ہے۔
- نبی کریم ﷺ کے ارشادات ہیں:

1. اتَّقُوا الظُّلۡمَ فَإِنَّ الظُّلۡمَ ظُلُمَاتٌ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ وَاتَّقُوا الشُّحَّ فَإِنَّ الشُّحَّ أَھۡلَکَ مَنۡ کَانَ قَبۡلَکُمۡ حَمَلَھُمۡ عَلَی أَنۡ سَفَکُوا دِمَاءَھُمۡ وَاسۡتَحَلُّوا مَحَارِمَھُمۡ[۳]

"شح سے بچو کیوں کہ شح ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔ اِسی نے اُن کو ایک

(۱) Matthew, Chapter: 6, Verses: 19-21

(۲) سنن الترمذی، کتاب صِفَۃِ الۡقِیَامَۃِ وَالرَّقَائِقِ وَالۡوَرَعِ عَنۡ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي صِفَۃِ أَوَانِي الۡحَوۡضِ

(۳) صحیح مسلم، کتاب الۡبِرِّ وَالصِّلَۃِ وَالۡآدَابِ، باب تَحۡرِیمِ الظُّلۡمِ... عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰہِ

دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیے حلال کرلینے پر اکسایا"۔

2. لَا يَجْتَمِعُ شُحٌّ وَإِيمَانٌ فِيْ قَلْبِ رَجُلٍ وَلَا يَجْتَمِعُ غُبَارٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَدُخَانُ جَهَنَّمَ فِيْ وَجْهِ عَبْدٍ (۱)

"نہیں جمع ہوسکتے شح اور ایمان ایک شخص کے دل میں اور اللہ کی راہ میں پڑنے والی گرد اور جہنم کا دھواں ایک بندے کے چہرے پر"۔

3. ثَلَاثٌ مُّنْجِيَاتٌ ، وَثَلَاثٌ مُّهْلِكَاتٌ ، فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَي اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسَّخَطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنٰى وَالْفَقْرِ، وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًي مُّتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُّطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ (۲)

"تین چیزیں ہیں جو نجات دلانے والی ہیں، اور تین ہی چیزیں ہیں جو ہلاک کرنے والی ہیں، پس نجات دلانے والی تین چیزیں تو یہ ہیں:

i. خوفِ خدا خلوت میں اور جلوت میں (یعنی ظاہر میں اور باطن میں)

ii. حق بات کہنا خوشی میں اور غصّہ میں

iii. میانہ روی خوشحالی میں اور تنگدستی میں

اور ہلاک کرنے والی تین چیزیں یہ ہیں:

i. وہ خواہشِ نفس جس کی پیروی کی جائے

ii. جی کی وہ لالچ (شح) جس کی اطاعت کی جائے

iii. آدمی کی خود پسندی کی عادت اور یہ ان سب میں زیادہ سخت ہے"۔

- طواف کے دوران ایک صحابیؓ مسلسل دعا کر رہے تھے کہ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ شُحَّ نَفْسِيْ "اے اللہ مجھے بچالے جی کے لالچ سے"۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپؓ صرف ایک ہی دُعا مانگ رہے ہیں، آخر کیوں؟ اُنہوں نے جواب دیا: کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (۳)

---

(۱) مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسْنَدِ الْمُكْثِرِينَ، باب مُسْنَدُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

(۲) شعب الإيمان للبيهقى، كتاب التاسع والثلاثون من شعب الإيمان، فصل فى الطبع على القلب أو الرين، عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ

(۳) أخبار مكة للفاكهى، كتاب ذكر ما يقال فى الطواف وتفسير ذلك، باب إذا وقيت شح نفسى وقيت السرقة والخيانة، 396

آیت 17

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا... اگر تم اللہ کو دو گے بہترین قرض... یُّضٰعِفۡہُ لَکُمۡ

... تو وہ تم کو اس کا کئی گنا دے گا... وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ... اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دے گا

... وَاللّٰہُ شَکُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿۱۷﴾ اور اللہ بہت قدر دان ہے بُردبار ہے۔

- انفاق فی سبیل اللہ کے لیے دو مدات ہیں۔ بندوں کی احتیاج پوری کرنے کے لیے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اسے "صدقہ" کہا جاتا ہے اور اللہ کے دین کی تبلیغ اور غلبے کے لیے خرچ کیے جانے والے مال کو "قرضِ حسنہ"۔ ایسے مال کے لیے اللہ بڑھا چڑھا کر لوٹانے اور اس کی وجہ سے گناہوں کو معاف فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے۔
- شکور کی صفت بندہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے احسان مند اور اللہ کے لیے آئے تو معنی ہوں گے قدر دان۔ حلیم کے معنی ہیں بردبار۔ فرماں برداروں کے لیے اللہ شکور یعنی بہترین قدر دان ہے اور نافرمانوں کے لیے حلیم ہے یعنی انہیں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اصلاح کی مہلت دیتا ہے۔

آیت 16

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ... وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے... الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۱۸﴾

زبردست ہے کمالِ حکمت والا۔

- ظاہر اور پوشیدہ کی تقسیم ہمارے لیے ہے اللہ کے لیے سب برابر ہے۔ اِس سورۃ کا موضوع ہے ایمانِ حقیقی جو کہ ایک باطنی حقیقت ہے۔ اللہ ہی بخوبی جانتا ہے کہ کون واقعی صاحب ایمان ہے اور خلوص کے ساتھ عمل کرنے والا ہے۔
- اللہ عزیز ہے یعنی کل اختیار رکھتا ہے لیکن وہ حکیم بھی ہے یعنی اپنے اختیار کو کمالِ حکمت کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔

منتخب نصاب حصّہ دوم

درسِ پنجم: سورۃ القیامہ 75

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝١ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝٢ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ
نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝٣ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝٤ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ
اَمَامَهٗ ۝٥ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝٦ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝٧ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝٨ وَجُمِعَ
الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝٩ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝١٠ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝١١ اِلٰى رَبِّكَ
يَوْمَىِٕذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۝١٢ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝١٣ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى
نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝١٤ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝١٥ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝١٦ اِنَّ عَلَيْنَا
جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝١٧ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝١٨ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝١٩ كَلَّا بَلْ
تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝٢٠ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝٢١ وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ۝٢٢ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
۝٢٣ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ۝٢٤ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۝٢٥ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ
۝٢٦ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝٢٧ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝٢٨ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝٢٩ اِلٰى
رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِالْمَسَاقُ ۝٣٠ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝٣١ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝٣٢ ثُمَّ
ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ۝٣٣ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٤ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٥ اَيَحْسَبُ
الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝٣٦ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝٣٧ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ
فَسَوّٰى ۝٣٨ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝٣٩ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ
يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۝٤٠

تمہیدی نکات:

1. منتخب نصاب کے حصّہ دوم کا درسِ پنجم سورۃ القیامۃ پر مشتمل ہے۔

2. سورۃ القیامۃ کا موضوع ہے "وقوعِ قیامت"۔ اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے دلائل، قیامت کی علامات اور اس کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ سورۃ القیامۃ قرآنِ حکیم کی ان چند سورتوں میں سے ہے جن کے نام اور مضمون میں مطابقت پائی جاتی ہے۔

3. **موضوع کی اہمیت:**

ایمانیات میں سے بنیادی اہمیت ایمان باللہ کو حاصل ہے۔ قانونی و فقہی طور پر اہمیت کا حامل ایمان بالرسالت ہے یعنی مسلمان صرف وہی ہے جو رسول کی بیان کردہ تمام تعلیمات پر ایمان لانے کا اقرار کرے۔ عملی اعتبار سے مؤثر ترین ایمان، ایمان بالآخرت ہے۔ انسان کے عمل پر سب سے زیادہ اثر انداز یہ احساس ہوتا ہے کہ اُس کا ہر عمل محفوظ کیا جارہا ہے اور ہر عمل کی بازپُرس ہو گی۔ یہ احساس جتنا گہرا ہو گا اتنا ہی انسان کا عمل درست ہوتا چلا جائے گا اور معاشرے کی بھی اصلاح ہو گی۔

4. **وقوعِ قیامت کے لیے دلائل:**

اس سورۃ میں وقوعِ قیامت کے لیے تین طرح کے دلائل دیئے گئے ہیں:

i. **دلیلِ خطابی:**

اللہ نے قسم کھا کر قیامت کے یقینی ہونے کی گواہی دی ہے۔ اِسے دلیلِ خطابی کہتے ہیں۔ اِس دلیل میں اصل وزن قسم کھانے والی ہستی کی ذات اور اُس کے یقین کا ہوتا ہے۔ قرآنِ حکیم کو کلامِ الٰہی نہ ماننے والوں کے لیے قسم میں دلیل نبی اکرم ﷺ کی شخصیت ہے جن کی سچائی اور اعلیٰ سیرت و کردار کے معترف بدترین دشمن بھی تھے۔

ii. **دلیلِ اخلاقی:**

انسان کے باطن میں نیکی و بدی کا شعور اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے متضاد احساسات اِس بات پر دلیل ہیں کہ نیکی کا اچھا اور برائی کا برا بدلہ مل کر رہے گا۔

iii. **اللہ کی صفتِ قدرت:**

اللہ ہر شے پر قادر ہے لہٰذا مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کے لیے دلیل ہے جو اللہ کو تو مانتے ہیں لیکن مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو ناممکن قرار دیتے ہیں۔

5. سورۃ القیامۃ قرآنِ حکیم کے خطیبانہ اسلوب کا شاہکار ہے۔ قرآنِ حکیم کا اسلوب نہ نثر جیسا ہے اور نہ ہی شاعرانہ، بلکہ خطیبانہ ہے۔ ہر سورۃ اللہ کا ایک خطبہ ہے۔ خطیبانہ اُسلوب کی نمایاں خصوصیات حسبِ ذیل ہوتی ہیں:

i. ابتدائی اور آخری حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

ii. تحویلِ خطاب ہوتا ہے یعنی مخاطبین بدلتے رہتے ہیں اور کبھی حاضر کو غائب یا کبھی غائب کو حاضر تصور کر کے گفتگو کی جاتی ہے۔

iii. سوالات و اعتراضات کو بیان کیے بغیر اِس انداز میں جواب دیا جاتا ہے کہ سننے والا سوالات و اعتراضات کو خود ہی سمجھ لیتا ہے۔

iv. بیان میں دلیل دراصل خطیب کا یقین اور کردار ہوتی ہے۔

6. سورۃ التغابن[64] اور سورۃ القیامۃ[75] کے اُسلوب کا موازنہ:

سورۃ التغابن مدنی جبکہ سورۃ القیامۃ ابتدائی مکی دور کی سورۃ ہے۔ سورۃ التغابن حجم کے اعتبار سے سورۃ القیامہ سے بڑی ہے لیکن سورۃ التغابن میں 18 آیات ہیں جبکہ سورۃ القیامۃ میں 40۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی مکی دور کی سورتوں میں آیات چھوٹی لیکن روانی، جوش اور صوتی آہنگ یعنی آیات کے آخر میں قوافی اور فواصل کا لحاظ بہت نمایاں ہے۔ اِس اُسلوب کو پہاڑی دریا کے جوش و خروش سے نسبت دی جاسکتی ہے۔ مکی دور کے آخر کی اور مدنی سورتوں میں آیات بڑی لیکن روانی کم اور جوش دھیما ہوتا ہے، جیسے میدانی دریا کا بہاؤ دھیما اور پُر سکون ہوتا ہے۔

آیات پر غور و فکر

آیت 1

لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ نہیں! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔

اِس آیت میں 'لَآ' دراصل لائے منفصل ہے۔ فرمایا جارہا ہے نہیں! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اِس پر قسم کھاتا ہوں۔ 'لَآ' درحقیقت انکارِ آخرت یا اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت کے تمام تصورات، اعتراضات اور شکوک وشبہات کی نفی کر رہا ہے۔ انکارِ آخرت کی دو صورتیں ہیں:

1. آخرت کا صاف انکار:

i. کیسے ممکن ہے کہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کیا جا سکے۔ کفار کا یہ اعتراض قرآنِ حکیم میں بار بار بیان کیا گیا:

اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ (المؤمنون[23]: 35-37)

"کیا یہ (رسول) تمہیں اس بات سے ڈراتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو کیا تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔ انہونی بات ہے، انہونی بات ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ زندگی تو یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے کہ اِسی میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے"۔

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾ (بنی اسرائیل[17]: 49-57)

"اور کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور چورچور ہو جائیں گے تو کیا دوبارہ پیدا ہو کر اُٹھیں گے۔ کہہ دیجئے کہ (خواہ تم) پتھر ہو جاؤ یا لوہا، یا کوئی اور چیز جو تمہارے نزدیک (پتھر اور لوہے سے بھی) بڑی (سخت) ہو۔ پھر وہ کہیں گے کہ (بھلا) ہمیں دوبارہ کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجئے کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تو (تعجب سے) تمہارے آگے سر ہلائیں گے اور پوچھیں گے کہ ایسا کب ہو گا؟ کہہ دیجیے ممکن ہے کہ یہ جلد ہو گا"۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿٧﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ (سبا[34]: 7-8)

"اور کافر کہتے ہیں کہ بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تمہیں خبر دیتا ہے کہ جب تم (مر کر) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے۔ اُس نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا وہ دیوانہ ہو گیا ہے"۔

ii. وقوعِ قیامت کے بارے میں شکوک وشبہات:

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿٣٢﴾ (الجاثیة[45]:32)

"اور جب کہا جاتا تھا اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کچھ شک نہیں تو تم کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے؟ ہم نہیں رکھتے اِس کے بارے میں مگر ایک گمان اور ہم نہیں ہیں اس پر یقین کرنے والے"۔

2. اقرار کے پردے میں انکارِ آخرت:

آخرت سے متعلق کچھ ایسے نظریات اختیار کر لیے جاتے ہیں کہ پھر ایمان بالآخرت کی افادیت باقی نہیں رہتی یعنی انسان کے عمل کی اصلاح نہیں ہوتی جیسے:

i. شفاعتِ باطلہ کا عقیدہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس[10]:18)

"اور یہ (لوگ) اللہ کے سوا ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ اُن کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ہی کچھ بھلا کر سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جس کو وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے"۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٣﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٤٤﴾ (الزمر[39]:43-44)

"کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں؟ کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ ہی (کچھ) سمجھتے ہوں۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے اُسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کی لوٹائے جاؤ گے"۔

شفاعت کے حوالے سے صحیح تصور یہ ہے کہ شفاعت صرف اللہ کی اجازت سے ہو گی اور اللہ ہی فیصلہ فرمائے گا کہ دعائے شفاعت کس نے کرنی ہے اور کس کے حق میں کرنی ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾

(طٰهٰ[20]: 109)

"اُس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اُس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور جس کے لیے بات کو پسند فرمائے"۔

ii. **اللہ کی صرف شانِ رحمت کو پیشِ نظر رکھنا:**

اللہ کے بارے میں متوازن عقیدہ تو یہ ہے کہ:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ (الحجر[15]: 49-50)

"(اے نبی ﷺ!) میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ میں بڑا بخشنے والا (اور) مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے"۔

شیطان اللہ کی صرف شانِ رحمت کو انسان کے سامنے اِس طرح مزین کرتا ہے کہ انسان اللہ کی شانِ قہاری سے غافل ہو کر مسلسل بے عملی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ گویا شیطان انسان کو اللہ کی ذات کے حوالے سے فریب دیتا ہے:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ (لقمان[31]: 33)

"پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ بہت زیادہ دھوکہ دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا دھوکہ دے"۔

اِس دھوکہ کی بڑی واضح ترجمانی اِن اشعار میں ہے:

ع عصیاں سے کبھی ہم نے کنارہ نہ کیا — پر تُو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر — پر تری رحمت نے گوارا نہ کیا

اللہ نے قرآنِ حکیم میں کئی مقامات پر اس گمراہی کی نفی کی ہے:

اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَکُمۡ ۟ کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ ﴿۳۶﴾

(القلم[68]:35-36)

"کیا ہم فرمانبرداروں کو برابر کر دیں گے نافرمانوں کے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلے کرتے ہو؟"

اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ (صٓ[38]:28)

"کیا ہم اُن کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے برابر کر دیں گے اُن کے جو زمین میں فساد کرتے ہیں یا متقین کو برابر کر دیں گے بدکاروں کے؟"

اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَہُمۡ کَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاہُمۡ وَ مَمَاتُہُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۲۱﴾ (الجاثیۃ[45]:21)

"جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کو اُن لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اُن کی زندگی اور موت یکساں ہو گی؟ برا ہے وہ فیصلہ جو وہ کرتے ہیں"۔

یٰۤاَیُّہَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الۡکَرِیۡمِ ۙ﴿۶﴾ الَّذِیۡ خَلَقَکَ فَسَوّٰىکَ فَعَدَلَکَ ۙ﴿۷﴾ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ؕ﴿۸﴾ کَلَّا بَلۡ تُکَذِّبُوۡنَ بِالدِّیۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ یَعۡلَمُوۡنَ مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿ۚ۱۳﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿ۚۖ۱۴﴾ (الانفطار[82]:6-14)

"اے انسان تجھے اپنے شفیق پروردگار کے بارے میں کس چیز نے دھوکا دیا؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا اور (تیرے وجود کو) معتدل رکھا۔ جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔ مگر تم لوگ جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، حالانکہ بلاشبہ تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عالی قدر لکھنے والے (تمہارے اعمال کے)۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔ بیشک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں"۔

iii. نسلی تفاخر یا انبیاء کے ساتھ نسبت کی وجہ سے نجاتِ اخروی کی امید:

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾

(البقرۃ[2]:80)

"اور وہ (یہود) کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز۔ (اے نبی ﷺ) ان سے پوچھیے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے کہ اللہ جس کے خلاف نہ کرے گا یا تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں علم ہی نہیں؟"۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ (المائدۃ[5]:18)

"اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ (اے نبی ﷺ) پوچھیے پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے؟"

آج ہماری کیفیت بھی یہ ہے کہ:

ع خوار ہیں بدکار ہیں ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں
کچھ بھی ہیں! مولا تیرے محبوب کی امت میں ہیں

iv. دنیوی آسائش و دولت کو اللہ کے راضی ہونے کی علامت سمجھنا اور اس بنیاد پر آخرت میں بھی اچھے بدلہ کی توقع رکھنا:

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ (الکھف[17]:32-36)

"اور (اے نبی ﷺ) انہیں دو آدمیوں کا حال سنایئے۔ ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ عطا کیے تھے اور ان کے اطراف کھجوروں کے درخت لگا دیئے تھے اور ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ دونوں باغ (کثرت سے) پھل لاتے اور اُس (کی پیداوار) میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی اور دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر بھی جاری کر رکھی تھی۔ اور (اس طرح) اس (شخص) کے لیے (ان کی) پیداوار تھی۔ (ایک دن) جب کہ وہ اپنے دوست سے باتیں کر رہا تھا کہنے لگا کہ میں زیادہ ہوں تجھ سے مال و دولت کے اعتبار سے اور زیادہ عزت والا ہوں نفری کے اعتبار سے۔ اور (ایسی بڑائیوں کے ساتھ) اپنے حق میں ظلم کرتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا کہنے لگا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ بھی ہو گا اور نہ یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت برپا ہو اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو (وہاں) ضرور اِس سے اچھی جگہ پاؤں گا"۔

v. **عمل میں تاخیر کرنا:**

يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ (الحدید[57]:14)

"تو (منافق لوگ مومنوں سے) کہیں گے کہ کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن تم نے خود کو (دنیا کی محبت) کے فتنہ میں ڈالا اور تم (ہمارے احکامات پر عمل کے حوالے سے) تاخیر کرتے رہے اور تم (جزا و سزا کے حوالے سے) شک میں پڑ گئے اور تمیں کچھ خوش کن خواہشات نے دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچا اور اللہ کے بارے میں تمھیں ایک بڑے دغا باز (شیطان) نے دھوکہ دیا"۔

پہلی آیت میں 'لَآ' کا کلمہ مذکورہ بالا تمام تصورات کی زوردار نفی کر رہا ہے۔

آیت 2

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ﴿۲﴾ اور نہیں! میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے ضمیر کی۔

- اِس آیت میں بھی 'لَآ' لائے منفصل ہے۔ فرمایا جارہا ہے نہیں ! قیامت ایسی یقینی حقیقت ہے کہ میں اس کے لیے قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔ جسم اور روح کی کشمکش کے حوالے سے نفسِ انسانی کی تین کیفیات ہو سکتی ہیں:

i. **نفسِ امارہ... برائی کی طرف مائل... جسم روح پر غالب**

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ (یوسف[12]:53)

"اور میں اپنے آپ کو پاک صاف نہیں کہتا کیونکہ نفس امارہ (انسان کو) بُرائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ جس پر میرا رب رحم کرے (وہ نفس کی شرارت سے بچ جاتا ہے)"۔

ii. **نفسِ لوّامہ... ملامت کرنے والا / ضمیر ... روح اور جسم کے درمیان کشمکش جاری**

iii. **نفسِ مطمئنہ... نیکی کی طرف مائل... روح جسم پر غالب**

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ﴿٢٨﴾

(الفجر[89]:27-28)

"اے اطمینان پانے والی روح! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی"۔

- انسان ہر عمل کے بعد ضمیر کی عدالت میں پیش ہوتا ہے۔ نیکی پر اطمینان اور برائی پر خلش محسوس کرتا ہے۔ یہ اِس بات کی دلیل ہے کہ ایک روز حساب کتاب ہو گا۔
- قسم کا جواب یا مقسم علیہ محذوف ہے یعنی اِنَّ الدِّیۡنَ لَوَاقِعٌ "اور جزا و سزا کا معاملہ ہو کر رہے گا"۔ (الذّٰریٰت[51]:6)

آیات 3-4

<u>اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَهٗ ﴿٣﴾ کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اُس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں جمع نہیں کریں گے؟... بَلٰی ... کیوں نہیں! ... قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ﴿٤﴾ ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اُس کی پور پور درست کر دیں۔</u>

- اس آیت میں قدرتِ خداوندی کے بارے میں انسان کی غلط فہمی کی نفی، جمع کا صیغہ استعمال کر کے، بڑے شاہانہ و جلالی اسلوب میں کی گئی ہے۔

- ہر انسان کی انگلیوں کے پور مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ کی صفتِ قدرت کا کمال ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کا پور پور درست کر دیا جائے گا۔

آیت 5

بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴿۵﴾ مگر انسان چاہتا ہے کہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے۔

فَجَرَ کے معنی ہیں پھٹ پڑنا، بے قابو ہو جانا اور فَاجِرَ کے معنی ہیں حُدود اللہ کو توڑنے والا۔ انسان کے انکارِ آخرت کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا وہ آخرت کا انکار کرکے حقیقت کا سامنا اُسی طرح نہیں کرنا چاہتا جیسے کبوتر بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

آیات 6-12

یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ؕ﴿۶﴾ پوچھتا ہے (طنزاً) قیامت کا دن کب آئے گا؟ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ جب آنکھیں چندھیا جائیں گی... وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ اور چاند گہنا جائے گا... وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے... یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ﴿ۚ۱۰﴾ اُس دن انسان کہے گا کہ کہیں ہے بھاگنے کی جگہ؟... کَلَّا... ہرگز نہیں!... لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ کہیں پناہ نہیں... اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ الۡمُسۡتَقَرُّ ﴿ؕ۱۲﴾ اُس روز تیرے پروردگار ہی کے پاس ٹھکانہ ہے۔

- ان آیات میں طنزیہ سوال کا اُسی لہجہ (Tone) میں پُر عتاب جواب دیا گیا ہے۔
- یہاں روزِ قیامت برپا ہونے والی تباہی کی نقشہ کشی کی گئی ہے جس کی مزید تفصیلات سورۃ التکویر[81]، سورۃ الانفطار[82]، سورۃ الانشقاق[84] اور سورۃ القارعۃ[101] کے آغاز میں بیان کی گئی ہیں۔
- اِن آیات میں روزِ قیامت ایک غافل انسان کی حسرت و بے بسی کا بیان ہے۔ یہ مضمون قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے:

وَ اقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ فَاِذَا ہِیَ شَاخِصَۃٌ اَبۡصَارُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ یٰوَیۡلَنَا قَدۡ کُنَّا فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ہٰذَا بَلۡ کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۹۷﴾ (الانبیاء 21:97)

"اور جب (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آجائے گا تو کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (اور کہنے لگیں کہ) ہائے ہماری بد قسمتی کہ ہم اِس (روز کی تیاری) سے غفلت میں رہے بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے"۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ﴿٤٣﴾ (ابراهيم[14]:42-43)

"اور مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے۔ وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (خوف کے مارے) اچھل رہے ہوں گے"۔

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿٦﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿٧﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿٨﴾ (القمر[54]:6-8)

"اس روز بلائے گا بلانے والا ایک ناگوار شے کی طرف۔ تو آنکھیں نیچی کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اُس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے"۔

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ (المعارج[70]:43-44)

"اُس دن یہ قبر سے نکل کر (اس طرح) تیزی سے دوڑیں گے جیسے کسی ہدف کی طرف دوڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ذلت ان پر چھا رہی ہو گی۔ یہی وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے"۔

آیت 13

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿١٣﴾ بتا دیا جائے گا اُس دن انسان کو جو (عمل) اُس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔

تقدیم و تاخیر کے دو مفہوم ہیں:

i. دنیوی زندگی میں انسان نے کس چیز کو ترجیح دی اور کس چیز کو پس پشت ڈال دیا۔

ii. انسان نے کیا عمل آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑا۔ انسان کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا ایک طرف اللہ کے ہاں جا کر محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اُس کے اثرات دنیا میں رہتے ہیں:

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَكۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَهُمۡ ؕ وَ كُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰهُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۲﴾ (یٰسٓ 36:12)

"بیشک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو (عمل) وہ آگے بھیج چکے اور جو اُن کے اثرات پیچھے رہ گئے ہم ان کو لکھتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے ایک واضح کتاب میں لکھ رکھا ہے"۔

اچھا عمل صدقۂ جاریہ اور برا عمل عذابِ جاریہ کا باعث ہوتا ہے۔

آیات 14-15

بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِهٖ بَصِیۡرَةٌ ﴿۱۴﴾ بلکہ انسان آپ اپنا گواہ ہے۔ وَّ لَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَهٗ ﴿۱۵﴾ اگرچہ معذرتیں کرتا رہے۔

انسان کا باطن اُس کے اعمال کی حقیقت سے واقف ہے اگرچہ ممکن ہے کہ خارج میں وہ اپنے برے سے برے عمل کی خوبصورت تاویل کر کے اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرا دے۔

آیات 16-19

لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اور (اے نبی ﷺ نزولِ وحی کے دوران) اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیجئے کہ اِس (قرآن) کو جلدی سے یاد کر لیں۔ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَهٗ وَ قُرۡاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ جب ہم وحی کریں تو تم (اس کو سُنا کیجئے اور) پھر اِسی طرح پڑھا کیجئے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ پھر اس کی وضاحت کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

- جمع و تدوینِ قرآن کے ضمن میں یہ آیات انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کو قرآنِ مجید کے ساتھ حد درجہ محبت تھی۔ آپ ﷺ کو نزولِ وحی کا شدت سے انتظار رہتا اور جب وحی

نازل ہو رہی ہوتی تو آپ ﷺ تیز تیز پڑھ کر اسے یاد کرنے کی کوشش فرماتے۔ اللہ نے آپ ﷺ پر فضلِ عظیم فرمایا اور وعدہ فرمایا کہ قرآنِ حکیم کا آپ ﷺ کو حفظ کرادینا، آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اس کی تلاوت کرا کر اس کی تدوین کرانا اور آپ ﷺ کے ذریعہ اس کی وضاحت کرانا ہمارے ذمہ ہے۔

- قرآنِ حکیم کی حفاظت اور جمع و تدوین حسب ذیل مراحل میں ہوئی:

1. قرآنِ حکیم نبی اکرم ﷺ کے سینۂ مبارک میں محفوظ کر دیا گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آپ ﷺ ہر سال رمضان میں نازل شدہ قرآن کا ترتیب کے ساتھ دورہ فرماتے رہے۔ حیاتِ مبارکہ کے آخری سال آپ ﷺ نے دو بار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دورۂ قرآن فرمایا(۱)۔
2. نبی اکرم ﷺ نے صحابۂ کرامؓ کی کثیر تعداد کو قرآنِ حکیم حفظ کروایا۔
3. آپ ﷺ سورتوں اور آیات کے مقام کے تعین کے ساتھ قرآنِ حکیم کی کتابت بھی کراتے رہے۔ یہ کتابت پتھر کی پتلی تختیوں، چمڑے کے پتلے ٹکڑوں، درخت کی چھالوں اور چوڑی ہڈیوں پر کی جاتی رہی۔ البتہ آپ ﷺ کے دور میں مکمل قرآنِ حکیم ایک کتابی نسخے کی صورت میں جمع نہیں کیا گیا۔
4. حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں قرآنِ حکیم کو کتابی صورت میں یکجا کیا گیا۔ یہ عظیم کام حضرت زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے کیا۔
5. حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں زید بن ثابتؓ کی قیادت میں ایک کمیٹی نے قرآنِ حکیم کو قریش کے لہجہ کے مطابق ایک رسم الخط میں تحریر کیا اور اِس کی سات نقول اہم شہروں میں بطور Reference رکھوادی گئیں۔
6. قرآنِ حکیم قیامت تک کے لیے محفوظ ہے کیوں کہ اِس کی حفاظت اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، بَاب كَانَ جِبْرِيلُ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلَى النَّبِيِّ، عَنْ فَاطِمَةَ ؓ

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ (الحجر[15]:9)

"بے شک ہم ہی نے یہ 'ذِکر' اُتارا ہے اور ہم ہی اِس کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

ہر دور میں لاکھوں افراد کا حافظِ قرآن ہونا، حفاظتِ قرآن کا ایک حیرت انگیز ذریعہ ہے۔

- مضامینِ قرآنِ حکیم کی وضاحت کے دو ذرائع ہیں:

1. بذاتِ خود قرآن نے محکم آیات اور بعض اُمور کی تفسیر کی (اَلْقُرْاٰنُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا" قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی وضاحت کرتا ہے")۔
2. نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل یعنی سنت اور احادیثِ مبارکہ سے قرآنِ حکیم کے مضامین کی وضاحت فرمائی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ (النحل[16]:44)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ آپ ﷺ لوگوں کے لیے واضح کریں جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں"۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

(النحل[16]:64)

"اور ہم نے آپ ﷺ پر یہ کتاب نازل نہیں کی مگر اس لیے کہ آپ ﷺ وضاحت کر دیں اُن امور کی جن میں لوگ اختلاف کرتے ہیں"۔

- مندرجہ بالا مراحل و ذرائع سے اللہ نے نہ صرف قرآن کے متن کی حفاظت کی بلکہ اِس کے مفہوم کی بھی حفاظت کا ذمہ لیا:

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ (حٰم السجدۃ[41]:42)

"اِس کتاب پر باطل حملہ آور نہیں ہو سکتا نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اُس اللہ کی طرف سے جو کمالِ حکمت والا اور خوبیوں والا ہے"۔

- اِن آیات کا سورۃ کے موضوع سے تعلق یہ ہے کہ جو اللہ وحی کے الفاظ کو فضا میں تحلیل ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ کے سینہ میں محفوظ فرما کر آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری

کر اسکتا ہے، وہ مرنے کے بعد انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور اُس کے منہ سے نکلے ہر قول اور اُس کی ذات سے صادر ہونے والے ہر عمل کو بھی جمع کر رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہ سب کچھ انسان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

آیات 20-21

كَلَّا ... ہرگز نہیں! ... بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ بلکہ (اے لوگو!) تم دنیا سے محبت کرتے ہو ... وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿٢١﴾ اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

قرآنِ کریم سے محبت کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی عجلت کو بیان فرما کر انسان کی ایک کمزوری یعنی عجلت پسندی کا ذکر کیا گیا۔ عجلت پسندی کا عنصر انسان کی تخلیق میں ہے:

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿١١﴾ (بنی اسرائیل[17]: 11)

"اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے"۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء[21]: 37)

"انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے"۔

انبیاءِ کرام بھی خیر کے کاموں میں اس کا اظہار کر دیتے تھے جس پر اللہ نے انہیں متوجہ فرمایا:

وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ (طٰهٰ[20]: 83-85)

"اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی؟ کہا وہ میرے نقشِ قدم پر ہیں اور اے اللہ! میں نے تیری طرف (آنے کی) جلدی اِس لیے کی تاکہ تو خوش ہو۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر دیا ہے"۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ (طٰهٰ[20]: 114)

"اور قرآن کی وحی جو آپ ﷺ کی طرف بھیجی جاتی ہے اِس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لیے جلدی نہ کیجئے اور دعا کیجئے کہ میرے رب مجھے اور زیادہ علم دے"۔

عجلت پسندی کے نتائج نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اِسی کی مکروہ ترین شکل حبِّ عاجلہ یعنی دنیا پرستی ہے اور انسانوں کی اکثریت اس میں مبتلا ہو کر اللہ اور آخرت کو بھلا دیتی ہے۔

آیات 22-25

وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ ﴿۲۲﴾ (حالانکہ) اُس دن کچھ چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ ﴿۲۳﴾ (اور) اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍۭ بَاسِرَۃٌ ﴿۲۴﴾ اور کچھ چہرے اُس دن اُداس ہوں گے۔ تَظُنُّ اَنۡ یُّفۡعَلَ بِہَا فَاقِرَۃٌ ﴿۲۵﴾ خیال کریں گے کہ اُن پر کمر توڑ مصیبت واقع ہونے کو ہے۔

میدانِ حشر میں انسانوں کے اعمال کے نتائج چہروں پر عیاں ہوں گے۔ اعلیٰ نصب العین کے لیے زندگی بسر کرنے والوں کے چہرے تروتازہ ہوں گے اور وہ دیدار الٰہی کی لذت سے شادکام ہوں گے۔ غفلت میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اداس اور گرد آلود ہوں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ ۟ اَکَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ ابۡیَضَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ فَفِیۡ رَحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (بنی اسرائیل[17]:106-107)

"جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے اللہ فرمائے گا کہ) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ پس (اب) چکھو عذاب اس کفر کے سبب جو تم کر رہے تھے۔ اور جن لوگوں کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اُس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ ﴿۳۹﴾ وَ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ عَلَیۡہَا غَبَرَۃٌ ﴿۴۰﴾ تَرۡہَقُہَا قَتَرَۃٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکَفَرَۃُ الۡفَجَرَۃُ ﴿۴۲﴾ (عبس[80]:38-42)

"اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے۔ ہنستے ہوں گے بشارتیں وصول کرتے ہوں گے اور کتنے چہرے ہوں گے جن پر گرد پڑ رہی ہو گی، سیاہی چڑھ رہی ہو گی۔ یہ کفار بدکردار ہیں"۔

آیات 26-30

کَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ ﴿۲۶﴾ ہر گز نہیں! جب جان گلے تک پہنچ جاتی ہے۔ وَ قِیۡلَ مَنۡ ٜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ اور کہا جاتا ہے کوئی ہے جھاڑ پھونک کرنے والا۔ وَّ ظَنَّ اَنَّہُ الۡفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ اور اُس (مرنے والے) نے

سمجھا کہ اب جدائی ہے۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ اور پنڈلی لپٹ جاتی ہے پنڈلی سے۔ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۨالْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ اُس دن (خواہی نخواہی) تیرے پروردگار کی طرف ہی جانا ہے۔

کسی کا حکیمانہ قول ہے:

مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ

"جو مر گیا اس کی قیامت تو قائم ہو گئی"۔

گویا موت قیامتِ صغریٰ ہے۔ اس آیت میں قیامتِ صغریٰ یعنی انسان پر موت کے وقت، عالمِ نزع کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ بقول جگر مراد آبادی:

ع ارباب ستم کی خدمت میں اتنی سی گزارش ہے میری
دنیا سے قیامت دور سہی دنیا کی قیامت دور نہیں

عالمِ نزع میں انسان کی بے بسی کا نقشہ سورۃ الواقعۃ[56] آیات 83-87 میں اِس طرح کھینچا گیا ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٨٧﴾ (الواقعة[56]: 83-87)

"بھلا جب جان گلے میں آ پہنچتی ہے۔ اور تم اُس وقت (مرنے والے کو) دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم اُس (مرنے والے) سے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم (ہمیں) دیکھ نہیں سکتے۔ پس اگر تم کسی کے اختیار میں نہیں ہو تو مرنے والے کی جان لوٹا کیوں نہیں دیتے اگر سچے ہو (اپنے بااختیار ہونے میں)؟"

آیات 31-35

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ پس نہ اُس نے تصدیق کی (اللہ کے کلام کی) اور نہ نماز پڑھی۔ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾ بلکہ جھٹلایا اور رُخ پھیر لیا۔ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ پھر چل دیا اپنے گھر والوں کی طرف اکڑتا ہوا۔ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ پھر افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔

- اس آیت میں آخرت کو جھٹلانے والے ایک متکبر انسان کے طرزِ عمل کا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔
- تصدیق سے مراد ہے ایمان جس کا مظہر اوّل ہے نماز۔ تصدیق کی ضد ہے تکذیب اور نماز کی ضد ہے رُخ پھیر لینا۔
- آیات 34-35 میں آخرت کو جھٹلانے والے کے لیے شدید ترین اظہارِ غیظ و غضب ہے۔ اَوۡلٰی مونث ہے وَیۡلٌ کی جس کے معنی ہیں تباہی و بربادی۔ جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ویل ہے جس میں اتنا شدید عذاب ہو گا کہ جہنم کا باقی حصہ اُس سے پناہ مانگے گا[1]۔

آیات 36-40

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَنۡ یُّتۡرَکَ سُدًی ﴿۳۶﴾ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ﴿۳۷﴾ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو رحم میں ڈالا جاتا ہے؟ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳۸﴾ پھر وہ ہو گیا جونک کی مانند (چپکا ہوا) تو اُسے بنایا اور سنوارا۔ فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ﴿۳۹﴾ پھر اُس سے دو جوڑے بنائے یعنی مرد اور عورت۔ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾ کیا اُس کو اِس بات پر قدرت نہیں کہ مُردوں کو زندہ کر سکے؟

- سورۃ کے آخر میں وہی مضمون بیان کیا گیا ہے جس سے سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔
- اس آیت میں یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان بے قید نہیں چھوڑ دیا گیا بلکہ اس کا محاسبہ ہو کر رہے گا:

اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۱۱۵﴾ (المؤمنون 23:115)

"کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟"

- اللہ انسان کی تخلیق کو گندے پانی کی بوند سے تکمیل تک درجہ بہ درجہ پہنچاتا ہے:

---

(1) سنن الترمذی، کتاب تَفۡسِيرِ الۡقُرۡآنِ عَنۡ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، باب وَمِنۡ سُورَةِ الۡأَنۡبِيَاءِ عَلَيۡهِمِ السَّلَامِ، و مسند احمد، کتاب بَاقِي مُسۡنَدِ الۡمُكۡثِرِينَ، باب مُسۡنَدُ أَبِي سَعِيدٍ الۡخُدۡرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنۡهُ، عَنۡ اَبِي سَعِيدٍؓ

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ﴿۵﴾ (الحج[22]:5)

"لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تمہیں (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر پھر (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنا کر پھر اس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں"۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ (المؤمنون[23]:12-16)

"اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اُس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے سے (جونک کی مانند) چپکا ہوا بنایا پھر اس کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا پھر اُس کو نئی صورت میں بنا دیا تو بابرکت ہے اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے۔ پھر اِس کے بعد تم مر جاؤ گے۔ پھر قیامت کے دن اٹھا کھڑے کیے جاؤ گے"۔

- اِسی نطفہ سے اللہ عورت اور مرد دونوں کی تخلیق کرتا ہے حالانکہ دونوں کے مزاج اور ساخت میں کتنا فرق ہے۔ کیا وہ اللہ انسان کی دوبارہ تخلیق پر قادر نہیں؟

اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ (قٓ[50]:15)

"کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ دوبارہ پیدا کرنے کے حوالے سے شک میں (پڑے ہوئے) ہیں"۔

نبی اکرم ﷺ جب سورۃ القیامۃ کی آخری آیت اَلَیۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى تلاوت فرماتے تو جواب میں ارشاد فرماتے بَلٰی [1]۔

---

(1) سنن أبی داؤد، کتاب الصَّلَاۃِ، بَاب مِقْدَارِ الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ

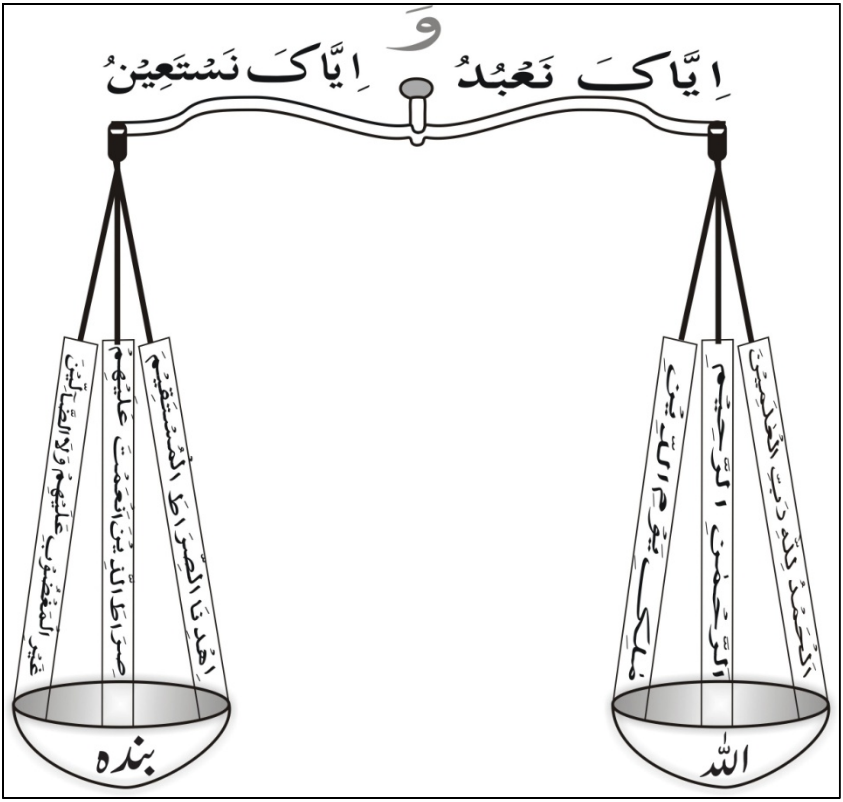

سورۃالفاتحہ: ترازو کی تمثیل

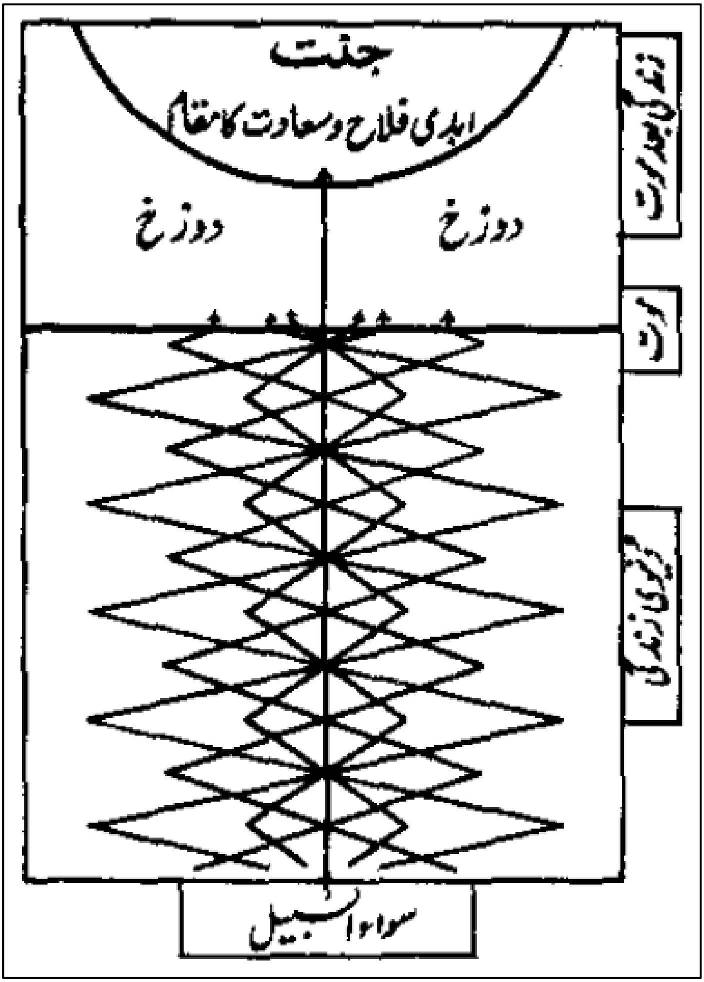

سورۃ الفاتحہ: صراطِ مستقیم کی وضاحت